

عورت کے بال چھوٹے ہوں تو تقصیر کا حکم

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی مُحرّمہ کے بال چھوٹے ہوں یعنی کندھوں سے کچھ نیچے تک ہوں تو اُسے تقصیر میں رخصت دی جائے گی یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حلق یا تقصیر حج و عمرہ کے واجبات سے ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ واجبات حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

الحلقُ أو التقصير (لُباب المناسک مع شرحه للقاری، باب فرائض الحج،

فصل فی واجباته، ص ۷۷)

یعنی حلق یا تقصیر واجبات حج سے ہیں۔

اور ان کا حکم یہ ہے کہ ان سے حاجی یا عمرہ کرنے والا احرام سے فارغ ہوتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

حکْمُهُ التَّحْلُلُ: أی: حصولُ التَّحْلُلِ به و هو صبر و رتُّه حلالاً

(المسلك المتقسط فی المنسک المتوسط، باب مناسک منی، فصل فی

حکم الحلق، ص ۲۵۴، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولى

۱۹۴۱-۱۹۹۸م)

یعنی، اس کا حکم حلال ہونا ہے یعنی اس سے تحلل حاصل ہوتا ہے اور تحلل

اس کا حلال ہونا ہے۔

عورتوں کے لئے صرف تقصیر ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ وَإِنَّمَا عَلَيْهِنَّ تَقْصِيرٌ“ (سُنَنُ أَبِي دَاوُدَ،

کتاب المناسک، باب الحلق و التقصیر، برقم: ۱۹۸۴، ۱۹۸۵، ۲/۳۴۴،

دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸-۱۹۹۷م۔ أيضاً سُنَنُ الدَّارِمِی،

کتاب المناسک، باب من قال: لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ، برقم: ۱۹۰۵، ۲/۵۵،

مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷-۱۹۹۶م۔ أيضاً

سُنَنُ الدَّارِ قُطْنِی، کتاب الحج، باب المواقیت، برقم: ۴۰، ۲/۲۳۹،

مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷-۱۹۹۶م۔ أيضاً

السُّنَنُ الْکُبْرَى لِلْبِیْهَقِی، کتاب الحج، باب من قال: لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ و

لَکِنْ یَقْصِرْنَ، برقم: ۹۴۰۴، ۹۴۰۵، ۹۴۰۶، ۵/۱۶۹، مطبوعة: دار الکتب

العلمیة، بیروت ۱۴۲۰-۱۹۹۹م۔ أيضاً المعجم الکبیر للطبرانی، أم

عثمان، عن ابن عباس، برقم: ۱۳۰۱۸، ۱۲/۱۹۴، مطبوعة: دار احیاء

التراث العربی، بیروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۲-۲۰۰۲م)

یعنی، عورتوں پر حلق نہیں ہے اور ان پر تقصیر ہے۔

اور یہ بھی مروی ہے کہ عورتوں کے لئے حلق ممنوع ہے چنانچہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ

رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ

”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى الْمَرْأَةَ أَنْ تَحْلِقَ رَأْسَهَا“ (کشف الأستار، کتاب

الحج، باب النهی عن الحلق للنساء، برقم: ۱۱۳۷، ۲/۳۲، مطبوعة: مؤسسة

الرسالة، بیروت، الطبعة الأولى ۱۳۹۹-۱۹۷۹م)

یعنی، نبی کریم ﷺ نے عورت کو اپنے سر کا حلق کرانے سے منع فرمایا ہے۔

اور پھر حلق عورتوں کے حق میں مثلاً بھی قرار دیا گیا ہے اور ازواج مطہرات رضی اللہ

عنہن بھی قصر ہی کروایا کرتی تھیں چنانچہ علامہ علاء الدین کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

و لَأَنَّ الْحَلْقَ فِي النِّسَاءِ مِثْلَةٌ، وَ هَذَا لَمْ تَفْعَلْهُ وَاحِدَةٌ مِنْ نِسَاءِ

رسولِ اللہ ﷺ و لكنّها تقصّر (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل في

أحكام الحلق و التقصير، ۱۰۰/۳)

یعنی، حلق عورتوں کے حق میں مُثلہ ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ کے ازواج میں کسی نے حلق نہیں کروایا، لیکن عورت تقصیر کرائے گی۔

اسی لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ حلق مردوں کے حق میں مسنون ہے اور عورتوں کے حق میں مکروہ تحریمی ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الحلقُ مسنونٌ للرجالِ (أى: أفضل) و مكروهٌ للنساءِ و

التقصير مباحٌ لهنّ و مسنونٌ بل واجبٌ لهنّ، ملخصاً (لباب

المناسك مع شرحه للقارى، باب مناسك منى، فصل في الحلق و التقصير،

ص ۲۵۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت)

یعنی، حلق مردوں کے لئے مسنون ہے اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے اور تقصیر اُن کے حق میں مباح ہے اور مسنون ہے بلکہ (تقصیر) اُن کے لئے واجب ہے۔

لہذا عورتوں کے لئے تقصیر ہی واجب ہے چنانچہ ملا علی قاری ”لباب“ کی عبارت ”بل واجبٌ لهنّ“ کے تحت لکھتے ہیں:

لكراهية الحلقِ كراهة تحريمٍ في حقهنّ إلا لضرورة (المسلك

المتقسط في المناسك المتوسط، باب مناسك منى، فصل في الحلق و

التقصير، ص ۲۵۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت)

یعنی، کیونکہ حلق عورتوں کے حق میں مکروہ تحریمی ہے مگر یہ کہ کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے ہو۔

اسی طرح ”غنیہ“ میں ہے کہ

و الحلقُ أفضلٌ للرجالِ، مکروہ للنساءِ كراهة تحريمٍ إلا

لضرورة (غنية الناسك، فصل في الحلق، ص ۱۷۳، مطبوعة: إدارة القرآن،

کراتشی)

یعنی، حلق مردوں کے لئے افضل ہے عورتوں کے لئے مکروہ تحریمی ہے مگر یہ کہ کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے ہو۔

اور عورت کے بال جب تقصیر کے قابل نہ ہوں تو تقصیر اس کے حق میں مسعد رقرار پائے گی، چنانچہ ملا علی قاری حنفی ”لباب“ کی عبارت تقصیر کے مسعد رہونے کی شرح میں لکھتے ہیں:

أى تعدّر لكون الشعر قصيراً (المسلك المتقسط في المناسك

المتوسط، باب مناسك منى، فصل في الحلق و التقصير، ص ۲۵۳)

یعنی، بال چھوٹے ہونے کی وجہ سے تقصیر مسعد رہو۔

اور شرع کا حکم یہ ہے کہ جب حلق مسعد رہو تو تقصیر واجب ہوتی ہے اور تقصیر مسعد رہو تو حلق چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو تعدّر الحلق لعارضٍ تعین التقصير، أو التقصير تعین الحلق

(لباب المناسك مع شرحه للقارى، باب مناسك منى، فصل في الحلق و

التقصير، ص ۳۵۳)

یعنی، اگر حلق کسی عارض کی وجہ سے مسعد رہو گیا تو تقصیر متعین ہوگی یا تقصیر مسعد رہو تو حلق متعین ہوگا۔

اور عورت کے حق میں حلق تو پہلے ہی مسعد رہتا تھا کہ شرعاً ممنوع ہے باقی رہی تقصیر تو وہ اس وقت مسعد رہو گی جب بال تقصیر کے قابل نہ ہوں عورت کے بال تقصیر کے قابل ہوں تو تقصیر لازم ہوگی کثرت سے عمرے کرنے کے لئے شرع مطہرہ نے مجبور نہیں کیا ہے، عورت حج کے لئے آئی ہو تو اس کا حج قرآن یا افراد ہوگا تو ایک بار اور تمتع ہوگا تو دوبار تقصیر لازم ہوگی، اس کے علاوہ عمرے وہ اپنی جانب سے کرے گی تو اس پر شریعت کی پیروی لازم ہوگی کہ اُسے احرام سے نکلنے کے لئے تقصیر کروانی ہوگی کیونکہ جب تقصیر ہو سکتی ہو تو اس کے بغیر احرام نہیں

گھلے گا چنانچہ علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کا سانی حنفی متونی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

فَالْحَلْقُ أَوْ التَّقْصِيرُ وَاجِبٌ عِنْدَنَا، إِذَا كَانَ عَلَى رَأْسِهِ شَعْرًا لَا يَتَحَلَّلُ بِدُونِهِ وَلَنَا قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ﴾ (الحج: ۲۹/۲۲) و روى عن ابن عمر رضى الله عنه: أَنَّ التَّفَثَ حَلَقُ الشَّعْرِ، وَ لَبَسُ الثِّيَابِ، وَ مَا يَتَّبِعُ ذَلِكَ (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل فى أحكام الحلق و التقصير، ۹۸/۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ - ۱۹۹۷م)

یعنی، پس حلق یا تقصیر ہمارے نزدیک واجب ہے جب کہ اُس کے سر پر بال ہوں، اُس کے بغیر وہ احرام سے نہیں نکلے گا اور ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ﴾ (ترجمہ: پھر اپنا میل پھیل اُتاریں) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”التَّفَثُ“ بال منڈوانا، کپڑے پہننا وغیرہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۶ ذو الحجة ۱۴۳۰ھ، ۲۳ نوفمبر ۲۰۰۹ م 486-F

جمرات کی رمی میں ترتیب

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص طواف زیارت کر کے ۱۱ تاریخ کو مکہ مکرمہ سے ظہر کے بعد گیا اُس نے سوچا کہ اگر میں جمرہ اولیٰ کی طرف جاتا ہوں تو پکڑ لے لیا ہوگا اس لئے اس نے جمرہ عقبہ سے رمی شروع کی اور جمرہ اولیٰ پر ختم کی اب اس صورت میں اُس کی رمی ہوگئی یا نہیں؟ اور اُس پر کوئی دم یا صدقہ وغیرہ تو لازم نہیں ہوگا، اگر ہوگا تو کیا؟

(السائل: ریحان ابوبکر، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: تینوں جمرات کی رمی میں مسنون

ہے کہ جمرہ اولیٰ سے ابتداء کرے اور عقبہ پر اختتام چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ
عن ابن عمر رضى الله عنهما: أَنَّهُ كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصِيَّاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتَّى يُسْهَلَ، فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَيَقُومُ طَوِيلًا، وَ يَدْعُوا وَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْوُسْطَى، ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيَتَسَهَّلُ وَ يَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، ثُمَّ يَدْعُوا وَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ، فَيَقُومُ طَوِيلًا، ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ الْعُقْبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، وَ لَا يَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُولُ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَعْمَلُ (صحيح البخارى، كتاب الحج، باب إذا رمى الحمرتين الخ، برقم: ۱۷۵۱، ۴۳۰/۱، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۲۰ھ - ۱۹۹۹م)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ جمرہ اولیٰ کو سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے، پھر آگے بڑھتے پس نرم زمین پر تشریف فرما ہوتے، پھر قبلہ رو ہو کر طویل قیام فرماتے پس دُعا فرماتے اور دُعا میں اپنے ہاتھ اٹھاتے، پھر جمرہ وسطیٰ کو کنکریاں مارتے پھر اپنی بائیں جانب کو ہو کر نرم زمین پر تشریف فرما ہوتے پھر قبلہ رو ہو کر طویل قیام فرماتے پس دُعا فرماتے اور دُعا میں اپنے ہاتھ اٹھاتے پھر بطن وادی سے جمرہ عقبہ کی رمی فرماتے اور اُس کے پاس قیام نہ فرماتے، پھر لوٹے جاتے اور فرمایا کہ اسی طرح میں نے نبی کریم ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔

اسی لئے فقہاء کرام میں سے بعض نے اس ترتیب کو واجب قرار دیا ہے جیسا کہ ”الباب

المناسک“ میں مذکور ہے (باب المناسک مع شرحه للفقاری، باب مناسک منی، فصل فى أحكام الرمي

و شرائطہ و واجباتہ، العاشر، ص ۲۷۶، و فیہ: العاشر الترتیب فی رمی الجمار علی قول البعض، یعنی دسواں واجب بعض کے قول کی بنا پر رمی جمار میں ترتیب، اور ہمارے نزدیک یہ ترتیب واجب نہیں ہے چنانچہ امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی حنفی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و نسقطُ الترتیب فی الرَّمی (مجمعُ البَحْرین و ملتقى النَّیرین، کتاب الحج، فصل فی صفة أفعال الحج، ص ۲۳۰، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۶ھ - ۲۰۰۵م)

یعنی، ہم رمی میں ترتیب کو ساقط کرتے ہیں۔

اس کی شرح میں ابن الملک نے لکھا کہ

أی: فی رمی الجمار حتی لو بدأ بجمرة العقبة ثم بالوسطی، ثم بالتی تلی المسجد جازَ عندنا (تحقیق مجمع البحرین و ملتقى النَّیرین، کتاب الحج، فصل فی صفة أفعال الحج، ص ۲۳۰)

یعنی، رمی جمار میں یہاں تک کہ اگر جمرہ عقبہ سے ابتداء کی کی پھر وسطی کی رمی کی پھر اسے جو مسجد خیف سے ملے ہوا ہے تو ہمارے نزدیک جائز ہے۔

اور اکثر فقہاء کرام نے مسنون قرار دیا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الأكثرُ علی أنَّه سنَّةٌ (لباب المناسک مع شرحه للقاری، باب مناسک

منی، فصل فی أحكام الرَّمی إلخ، ص ۲۷۶)

یعنی، اکثر فقہاء اس پر ہیں کہ یہ ترتیب سنت ہے۔

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

كما صرَّحَ به صاحبُ "البدائع" و "الکرمانی" و "المحیط"، و "فتاوی السراجیة"، و قال ابنُ الهمام: و الذی یقوی عندی استئناؤُ الترتیب لا تعینُهُ (المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط،

باب رمی الجمار و أحكامه، فصل فی أحكام الرَّمی إلخ، تحت قوله: و

الأكثرُ علی أنَّه سنَّة، ص ۲۷۶)

یعنی، جیسا کہ اس کی (یعنی مسنون ہونے کی) تصریح صاحب بدائع

(بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل فی حکمہ (أی الرَّمی) إذا تأخر عن وقته

أوفات، ۹۷/۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ -

۱۹۹۷م)، اور کرمانی (المسالک فی المناسک للکرمانی، القسم الثانی فی بیان

نسک الحج، فصل الرَّمی فی اليوم الثانی إلخ، ۶۰۳/۱، مطبوعة: دار البشائر

الإسلامیة، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۴ھ - ۲۰۰۳م) نے کی اور "محیط"

(المحیط البرهانی، کتاب المناسک، الفصل الثالث، تعلیم أفعال الحج،

برقم: ۳۲۶۵، ۴۰۹/۳، مطبوعة: إدارة القرآن، کراتشی ۱۴۲۴ھ -

۲۰۰۴م) اور "فتاوی السراجیة" میں (اس کی تصریح) ہے اور "ابن

الهمام" (فتح القدیر، کتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: فیتبدئ بالتی إلخ،

۳۹۱/۲، مطبوعة: دار احیاء التراث العربی، بیروت) نے فرمایا وہ جو میرے

نزدیک قوی ہے وہ اس ترتیب کا مسنون ہونا ہے نہ کہ واجب ہونا۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و بعدَ زوالِ ثانِی النَّحر رمی الجمار الثلاثَ بیداً استئناً بما یلی

مسجدَ الخیف ثم بما یلیه الوسطی ثم العقبة سبعة سبعة إلخ

(الدُّرُ المختار شرح تنویر الأبصار، کتاب الحج، بعد قول التنویر: ثم أتى

منی، ص ۱۶۳)

یعنی، اور ایام نحر میں سے دوسرے دن زوال کے بعد تینوں جمرات کی

رمی کرے از روئے سنت ہونے کے، اُس جمرہ سے شروع کرے جو مسجد

خیف سے ملا ہوا ہے، پھر اُسے جو اس سے ملا ہوا ہے یعنی وسطی کو پھر جمرہ

عقبہ کو، ہر ایک کو سات سات کنکریاں مارے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

حَاصِلُهُ أَنَّ هَذَا التَّرْتِيبَ مَسْنُونٌ لَا مُتَعَيِّنٌ، وَ بِهِ صَرَّحَ فِي "المجمع" وغيره، وَ اخْتَارَهُ فِي "الفتح" وَ قَالَ فِي "اللباب": وَ الْأَكْثَرُ عَلَى أَنَّهُ سُنَّةٌ، وَ عَزَاهُ شَارِحُهُ إِلَى "البدائع" وَ "الكرمانى"، وَ "المحيط"، وَ "السراجيَّة" (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الدُّرِّ الْمُخْتَارِ، كِتَابُ الْحَجِّ، مَطْلَبُ: فِي رَمَى الْجُمَرَاتِ الثَّلَاثِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: يَبْدَأُ اسْتِنَانًا لِخ، ۳/۶۱۷، ۶۱۸)

یعنی، اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ترتیب مسنون ہے متعین نہیں ہے اور اسی کی تصریح "مجمع"، وغیرہ میں کی اور اس کو "فتح القدیر" (فتح القدير، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: فيبتدئ بالتي الخ، ۳/۹۱، مطبوعة: دار احياء التراث العربي، بيروت) میں اختیار کیا، اور "لباب" (لباب المناسك مع شرحه للفقاري، لباب المناسك مني، فصل في أحكام الرمي و شرائطه الخ، ص ۲۷۶) میں فرمایا کہ اکثر اس پر ہیں کہ یہ ترتیب سنت ہے اور اس کے شارح (ملا علی قاری) نے اسے "بدائع" (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل و أما بيان حكمه إذا تأخر عن وقته، ۳/۹۷)، "كرمانى"، "محيط"، "سراجيَّة" (الفتاوى السراجيَّة، كتاب الحج، باب ترتيب أفعال الحج، ص ۳۳، مطبوعة: مير محمد كتب خانہ، كراتشي) کی طرف منسوب کیا ہے۔

اور اگر غیر مسنون طریقے پر رمی کر لی پھر اُسی روز یا د آ گیا تو جمرہ وسطیٰ اور جمرہ عقبہ کی بالترتیب دوبارہ رمی کر لے۔

علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبدالغفور سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فَلَوْ بَدَأَ بِجُمَرَةِ الْعَقَبَةِ ثُمَّ بِالْوُسْطَى، ثُمَّ بِالْأُولَى وَ هِيَ الَّتِي تَلَى مَسْجِدَ الْخَيْفِ، ثُمَّ تَذَكَّرَ ذَلِكَ فِي يَوْمِهِ، فَإِنَّهُ يُعِيدُ الْوُسْطَى وَ

الْعَقَبَةَ حَتْمًا أَوْ سُنَّةً (لباب المناسك مع شرحه للفقاري، باب رمى الجمار و أحكامه، فصل في أحكام الرمي و شرائطه و واجباته، ص ۲۷۶) (أيضاً رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الدُّرِّ الْمُخْتَارِ، كِتَابُ الْحَجِّ، مَطْلَبُ: فِي رَمَى الْجُمَرَاتِ الثَّلَاثِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: يَبْدَأُ اسْتِنَانًا لِخ، ۳/۶۱۸)

یعنی، پس اگر جمرہ عقبہ سے شروع کیا پھر درمیانے کو پھر پہلے کو اور پہلا جمرہ وہ ہے جو مسجد خیف سے ملا ہوا ہے، پھر اُسے اُسی دن یا د آ یا تو درمیانے اور عقبہ کی رمی (بعض کے نزدیک) وجوباً یا (اکثر کے نزدیک) ازروئے سنت کے دہرائے۔

اور شمس الائمہ سرخسی نے اس باب میں جو لکھا ہے اُس سے اعادہ کا وجوب مستفاد ہے اگرچہ اکثر فقہاء اس کے خلاف پر ہیں اس لئے بہتر ہے کہ اُسی دن اعادہ کر لے۔ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فَفِي "المبسوط" للسرخسي، فَإِنْ بَدَأَ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي بِجُمَرَةِ الْعَقَبَةِ فَرَمَاهَا، ثُمَّ بِالْجُمَرَةِ الْوُسْطَى، ثُمَّ بِالَّتِي تَلَى الْمَسْجِدَ ثُمَّ ذَكَرَ ذَلِكَ فِي يَوْمِهِ يُعِيدُ عَلَى جُمَرَةِ الْوُسْطَى، وَ جُمَرَةِ الْعَقَبَةِ لِأَنَّهُ نَسِيَ شُرْعَ مَرْتَبًا فِي هَذَا الْيَوْمِ، فِيمَا سَبَقَ أَوْ أَنَّهُ لَا يُعْتَدُّ بِهِ، فَكَانَ جُمَرَةُ الْأُولَى بِمَنْزِلَةِ الْإِفْتِتَاحِ لِجُمَرَةِ الْوُسْطَى وَ الْوُسْطَى لِلْعَقَبَةِ فَمَا آدَى قَبْلَ وَجوبِ افْتِتَاحِهِ لَا يَكُونُ مُعْتَدًّا بِهِ كَمَنْ سَجَدَ قَبْلَ الرُّكُوعِ، أَوْ سَعَى قَبْلَ الطَّوَافِ، وَ الْمُعْتَدُّ هُنَا مِنْ رَمِيهِ الْجُمَرَةِ الْأُولَى، فَلِهَذَا يُعِيدُ عَلَى الْوُسْطَى وَ الْعَقَبَةِ انْتَهَى (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب رمى الجمار و أحكامه، فصل في أحكام الرمي و شرائطه و واجباته، تحت قوله: العاشر الترتيب الخ، ص ۲۷۶)

یعنی، پس ”مبسوط“ سرخسی میں ہے کہ پس اگر دوسرے دن جمرہ عقبہ سے شروع کیا پس اُس کی رمی کی، پھر جمرہ وسطیٰ کو پھر اُسے جو مسجد خیف سے ملا ہوا ہے (یعنی جمرہ اولیٰ کی رمی کی) پھر اُسے اُسی دن یاد آ گیا تو جمرہ وسطیٰ اور جمرہ عقبہ کی رمی کا اعادہ کرے کیونکہ یہ ایک نُسک ہے جو ترتیب وار مشروع کیا گیا ہے اور جو اپنے وقت سے پہلے ہوا اُس کا اعتبار نہیں کیا جاتا، پس گویا کہ جمرہ اولیٰ جمرہ وسطیٰ کے لئے بمنزلہ افتتاح کے ہیں پس جو اس کے افتتاح کے وجوب سے قبل ادا کیا گیا اُسے شمار نہیں کیا جاتا اُس شخص کی مثل جس نے رکوع سے قبل سجدہ کر لیا یا طواف سے قبل سعی کی اور یہاں اُس کی جمرہ اولیٰ کو رمی شمار کی جائے گی اسی لئے جمرہ وسطیٰ اور جمرہ عقبہ کی رمی کا اعادہ کرے گا۔ اھ

اور رمی جمرات میں معروف ترتیب کا ترک کرنا اُن کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے جو اس ترتیب کے وجوب کے قائل ہیں اور دوسروں کے نزدیک جو اس ترتیب کے سنت مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں مکروہ تنزیہی ہے اور وہ اکثر فقہاء کرام ہیں۔ علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فلو عكسَ ترتيبِ الجمارِ جازَ و كرهَ (الدَّر المنْتَقَى فِي شَرْحِ الْمُلْتَقَى، كِتَابُ الْحَجِّ، فَصْلٌ إِذَا دَخَلَ مَكَّةَ الْخ، تَحْتَ قَوْلِهِ: يَعُودُ إِلَى مَنْئَى فِرْمَى الْخ، ۱/ ۴۱۵، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۹۹۸-۵۱۴۱۹م)

یعنی، پس اگر ترتیب جمرات کا عکس کیا تو جائز ہو اور مکروہ ہوا۔

اسی لئے وہ رمی جس میں معروف ترتیب کو ترک کیا گیا ہو اس کا اعادہ بعض فقہاء کے نزدیک واجب ہے اور اکثر کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

حتماً أى وجوباً عند البعض أو سنة مؤكدة عند الأكثر (المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب رمى الجمار وأحكامه،

فصل فى أحكام الرّمي وشرائطه و واجباته، ص ۲۷۶)

یعنی، وجوباً بعض کے نزدیک یا سنت مؤکدہ اکثر کے نزدیک۔

اور اختلاف سے نکلنے کے لئے افضل یہی ہے کہ اُسی دن اعادہ کر لے۔ اور اگر وہ دن گزر جائے تو اُس پر سوائے اسانت کے کچھ لازم نہ ہوگا کہ اکثر فقہاء کرام اس ترتیب کو سنت مؤکدہ قرار دیتے ہیں اس لئے ترک مکروہ تنزیہی ہوگا اور یہاں دن سے مراد اُس دن کی رمی کے وقت کا گزر جانا ہے اور بارہ اور تیرہ تاریخ کی رمی کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور اگلے دن کی صبح صادق پر ختم ہوتا ہے یعنی کسی حاجی نے رمی میں ترتیب کو ترک کر دیا تو وہ اگلے روز کی صبح صادق تک اس کا اعادہ کر سکتا ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الأحد، ۱۲ ذو الحجة ۱۴۳۰ھ، ۲۹ نوفمبر ۲۰۰۹ م 663-F

عورتوں کے لئے دن میں رمی افضل ہے یا رات میں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت کے لئے دن میں رمی کرنا افضل ہے یا رات میں جب کہ بلا عذر رات تک رمی کی تاخیر کو مکروہ قرار دیا گیا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ عورت کے حق میں رات میں رمی کرنا افضل ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلا أن رميها فى الليل أفضل (المسلك المتقسط فى المنسك

المتوسط، باب رمى الجمار، فصل أحكام الرمي الخ، تحت قوله: فيكره

ترکھا إلخ، ص ۲۷۶، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى

(۱۹۹۸-۵۱۴۱۹م)

یعنی، مگر یہ کہ عورت کا رات میں رمی کرنا افضل ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں: مرد و زن در رمی جمار برابر اندر الاً اُنکھ افضل در حق زن آن است کہ رمی نماید در شب

زیارة للستّر (حياة القلوب فی زیارة المحبوب، باب نهم در بیان طواف زیارة،

فصل چهارم در بیان وقت رمی جمار، ص ۲۱۸، مطبوعة: إدارة المعارف،

کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، مرد اور عورت رمی جمار میں برابر ہیں مگر یہ کہ عورت کے حق میں پردہ میں زیادتی کے لئے افضل یہ ہے کہ رات میں رمی کرے (کہ اس میں زیادہ ستر ہے)۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۱۳ ذوالحجّة ۱۴۳۰ھ، ۳۰ نوفمبر ۲۰۰۹ م 664-F

قصداً ممنوعات احرام کے مرتکب و تارک واجبات کا حکم

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصداً و ارادۃً محظورات احرام و ممنوعات حج کے ارتکاب اور واجبات کو ترک کرنے والوں کے بارے میں شرع مطہرہ کا کیا حکم ہے کیونکہ مسلمان ممالک کے صدور یا وزراء اعظم یا دیگر اُمراء، وزراء اور مشیر آتے ہیں عمرہ یا حج ادا کرتے ہیں حلق تو وہ بالکل کرواتے ہی ہیں، قصر شرعی بھی وہ شاید نہ کرواتے ہوں ان لوگوں اور ان جیسے دوسرے لوگوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: مامورات کا ترک ہو یا منہیات کا

ارتکاب دونوں ممنوع ہیں یعنی وہ کام کہ شریعت مطہرہ نے جن کے کرنے کا حکم دیا ہے اُن کو بلا عذر شرعی چھوڑنا یا وہ کام کہ شریعت مطہرہ نے جن کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے وہ کام بلا عذر شرعی کرنا ممنوع ہے وہ احکام جو فرض یا واجب کے درجے میں ہیں اُن کو چھوڑنے والا اور وہ کام جو حرام قطعی یا حرام ظنی یعنی کراہت تحریمی کے درجے میں ہیں ان کا ارتکاب کرنے والا عند اللہ گنہگار ہے، اور قصداً ان مامورات اور سنن کا ترک محرمیوں کا سبب ہے اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے جو ایسا کرتے ہیں۔

واجبات کے ترک کے متعلق مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

حکم واجب آنست اگر ترک کر دیکے از آنہا صحیح باشد حج او لازم آید

بروے دم یا صدقہ برابر است کردہ باشد آن را عمد یا سہو یا نسیاناً یا جہلاً

لیکن چون ترک کرد بطریق تعدّ آثم باشد اگر چہ دم و ہدم تفرع نکرده آن

اثم بغیر توبہ (حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرسالة، فصل سیوم،

ص ۴۵)

یعنی، واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر اُن میں سے کسی ایک کو ترک کر دے تو

اُس کا حج صحیح ہو جائے گا اور اُس پر دم یا صدقہ لازم آئے گا چاہے اُسے

جان بوجھ کر، یا سہو میں یا بھول میں یا علم نہ ہونے کی وجہ سے ترک کیا ہو

لیکن جب جان بوجھ کر ترک کیا ہو تو گنہگار ہوگا اگر چہ دم دے دے

اور وہ گناہ بغیر توبہ کے نہ اٹھے گا۔

عمداً ممنوعات کے مرتکب پر وجوب جزاء اور لزوم گناہ پر علماء کرام نے قرآن کریم

سے بھی استدلال کیا ہے، چنانچہ قاضی حسین بن محمد سعید بن عبد الغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے

ہیں:

فالقراء دلّ علی وجوب الجزاء علی العامد و علی إثمہ بقوله:

﴿لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهٖ﴾ (إرشاد السّاری إلی مناسک الملاّ علی القاری،

باب الجنایات، تحت قول اللّٰب: عامداً أو خاطئاً، ص ۳۳۱

یعنی، پس قرآن کریم نے اپنے اس قول ”تا کہ چکھیں اپنے امر کا وبال“

کے ساتھ عامد پر وجوب جزاء اور لزوم گناہ پر دلالت کی ہے۔

اور ممنوعات کے ارتکاب کے بارے میں صاحب فتح القدیر کے شاگرد علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

المُحْرَمُ إِذَا جَنَى عَمْدًا بِلَا عُذْرٍ يَجِبُ عَلَيْهِ الْجَزَاءُ وَالْإِثْمُ، وَ
إِنْ جَنَى بَغَيْرِ عَمْدٍ أَوْ بَعْدَ عُذْرٍ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ دُونَ الْإِثْمِ وَلَا بَدَّ مِنْ
التَّوْبَةِ عَلَى كُلِّ حَالٍ (لُبَّابِ الْمَنَاسِكَ مَعَ شَرْحِهِ لِلْقَارِي، بَابُ الْجَنَائِاتِ،
ص ۳۳۰)

یعنی، مُحْرَم جب بلا عذر جان بوجھ کر جرم کرتا ہے تو اُس پر جزاء اور گناہ دونوں لازم آتے ہیں، اور اگر جان بوجھ کر جرم نہیں کرتا یا کسی عذر کی وجہ سے جرم کرتا ہے تو اُس پر جزاء ہے نہ کہ گناہ اور ہر حال میں توبہ ضروری ہے۔

اس کے تحت ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۲ھ لکھتے ہیں:

فِيهِ: أَنَّهُ لَا يَجِبُ التَّوْبَةُ إِذَا كَانَ بَعْدَ عَمْدٍ أَوْ بَغَيْرِ عَمْدٍ، وَ الْمَقْصُودُ
أَنَّهُ إِذَا جَنَى عَمْدًا بِلَا عُذْرٍ ثُمَّ كَفَّرَ، فَلَا يُتَوَهَّمُ أَنَّهُ لَا يَتَوَجَّهُ عَلَيْهِ
الْإِثْمُ، وَلَا تَجِبُ عَلَيْهِ التَّوْبَةُ (الْمَسْلُوكُ الْمُتَقَسِّطُ فِي الْمَنَاسِكَ
الْمَتَوَسَّطُ، بَابُ الْجَنَائِاتِ، ص ۳۳۰)

یعنی، اس میں ہے کہ جب عذر کے سبب (ارتکاب) ہو یا (ارتکاب) قصد نہ ہو تو توبہ واجب نہیں ہے اور مقصود یہ ہے کہ جب جان بوجھ کر بلا عذر جرم کرے پھر کفارہ دے دے تو یہ وہم نہیں کیا جاسکتا کہ اُس کی طرف گناہ متوجہ نہیں ہوگا اور اُس پر توجہ واجب نہیں ہوگی۔

اور مثلاً علی قاری مزید لکھتے ہیں جسے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی نقل کیا کہ

فَقَدْ ذَكَرَ ”ابْنُ جَمَاعَةَ“ عَنْ ”الْأَيْمَةِ الْأَرْبَعَةِ“ أَنَّهُ إِذَا ارْتَكَبَ
مَحْظُورَ الْإِحْرَامِ عَامِدًا يَأْتُمُّ، وَلَا تُخْرِجُهُ الْفِدْيَةُ، وَالْعَزْمُ عَلَيْهِ
عَنْ كَوْنِهِ عَاصِيًا

قَالَ النَّوَوِيُّ: وَ رُبَّمَا ارْتَكَبَ بَعْضُ الْعَامَّةِ شَيْئًا مِنْ هَذِهِ
الْمَحْرَمَاتِ، وَقَالَ: أَنَا أَفْدَى مَتَوَهِّمًا أَنَّهُ بِالْتِمَامِ الْفِدْيَةِ يَتَخَلَّصُ
مِنْ وَبَالِ الْمَعْصِيَةِ، وَ ذَلِكَ خَطَأٌ صَرِيحٌ وَ جَهْلٌ قَبِيحٌ، فَإِنَّهُ
يَحْرُمُ عَلَيْهِ الْفِعْلُ، فَإِذَا خَالَفَ أَثَمَ، وَ لَزِمَتْهُ الْفِدْيَةُ، وَ لَيْسَتْ
الْفِدْيَةُ مُبِيحَةً لِلْإِقْدَامِ عَلَى فِعْلِ الْمَحْرَمِ، وَ جِهَالُهُ هَذَا الْفِعْلِ
كَجِهَالَةِ مَنْ يَقُولُ: أَنَا أَشْرَبُ الْخَمْرَ وَ أَزْنَى وَ الْحَدُّ يُطَهِّرُنِي، وَ
مَنْ فَعَلَ شَيْئًا مِمَّا يُحْكَمُ بِتَحْرِيمِهِ، فَقَدْ أَخْرَجَ حُجَّهً عَنْ أَنْ
يَكُونَ مَبْرُورًا، انْتَهَى

وَ قَدْ صَرَّحَ أَصْحَابُنَا بِمَثَلِ هَذَا فِي الْحُدُودِ، فَقَالُوا: إِنَّ الْحَدَّ لَا
يَكُونُ طَهْرَةً مِنَ الذَّنْبِ، وَ لَا يَعْمَلُ فِي سُقُوطِ الْإِثْمِ، بَلْ لَا بَدَّ
مِنَ التَّوْبَةِ، فَإِنْ تَابَ كَانَ الْحَدُّ طَهْرَةً لَهُ، وَ سَقَطَتْ عَنْهُ الْعُقُوبَةُ
الْأُخْرَوِيَّةُ بِالْإِجْمَاعِ، وَ إِلَّا فَلَا، لَكِنْ قَالَ صَاحِبُ ”الْمُلْتَقَطِ“
فِي بَابِ الْإِيْمَا: إِنَّ الْكُفَّارَةَ تَرْفَعُ الْإِثْمَ وَ إِنْ لَمْ تُوجِدِ التَّوْبَةُ مِنْ
تِلْكَ الْجَنَائِاتِ، انْتَهَى

وَ يُؤَيِّدُهُ مَا ذَكَرَهُ الشَّيْخُ نَجْمُ الدِّينِ النَّسْفِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ
”التَّيْسِيرِ“ عِنْدَ قَوْلِ تَعَالَى: ﴿فَمَنْ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ

عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ اُی: اصطاد بعد ذلك الإبتداء، قيل: هو العذاب في الآخرة مع الكفارة في الدنيا، إذا لم يُتَّب منه، فإنَّها لا ترفع الذَّنْب عن المصْر، انتهى، وهذا تفصيل حسن، و تقييدٌ مستحسنٌ يُجمَع به بين الأدلَّة و الروایات، واللَّه تعالى أعلم، بحقائق الحالات، و اللَّفْظ للقاری (المسلک المتقسط فی المنسک المتوسَّط، باب الجنایات، تحت قوله: لا بدَّ من التَّوبَةِ إلخ، ص ۳۳۰، ۳۳۱، مطبوعه: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م) (ردُّ المحتار علی الذَّکر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قول التَّنویر: و لو ناسیًا إلخ، ۶۵۲/۳، دار المعرفه، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م)

یعنی، علامہ ”ابن جماعہ“ نے ”ائمہ اربعہ“ سے ذکر کیا کہ اگر حُرْم منوعات احرام کا جان بوجھ کر ارتکاب کر لے تو وہ گنہگار ہوتا ہے اور فدیہ اور اُس کا عزم اُسے اُس کے گنہگار ہونے سے نہیں نکالتا۔

امام نووی (شافعی) (کتاب متن الإيضاح، الباب الثانی فی الإحرام، فصلان بعد فصل فی محرّمات الإحرام، ص ۵۸، مطبوعه: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۶ھ - ۱۹۸۶م) نے فرمایا بسا اوقات عوام ان ممنوعات میں سے کچھ کا ارتکاب کرتے ہیں اور (مرتکب) کہہ دیتا ہے کہ میں فدیہ دے دوں گا اور اُس کا وہم ہے کہ فدیہ کا التزام کرنا اُسے معصیت کے وبال سے چھٹکارا دلا دے گا اور یہ صراحتہً خطا اور بہت قبیح جہالت ہے، پس اُس پر ممنوع کا ارتکاب حرام تھا جب اُس نے خلاف کیا تو گنہگار ہوا اور اُسے فدیہ لازم ہو گیا اور فدیہ ممنوع فعل پر اقدام کو مباح نہیں کرتا، (علامہ ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں: فدیہ اُس گناہ کو اصلًا اٹھانے والا نہیں ہے

جیسا کہ تمام کفارے، (حاشیہ العلامة ابن حجر الہیتمی، الباب الثانی فی الإحرام، فصل: هذه محرّمات الإحرام إلخ، ص ۲۲۴، مکتبة نزار مصطفى الباز، مکة المكرمة) اور یہ جہالت اُس شخص کی جہالت کی مثل ہے جو یہ کہے کہ میں شراب پیوں گا اور زنا کروں گا اور حد مجھے پاک کر دے گی، اور جس شخص نے ایسا کام کیا کہ جس کا حرام ہونا محکم ہے تو اس کا یہ ارتکاب اُسے اس کے حج کو حج مقبول ہونے سے نکال دے گا۔ انتہی

اور ہمارے اصحاب نے اس کی مثل (اُمور) کی حدود کے بیان میں تصریح کی ہے پس انہوں نے کہا کہ حد گناہ سے پاک کرنے والی نہیں اور گناہ کے ساقط ہونے میں عمل نہیں کرتی بلکہ اس کے لئے توبہ ضروری ہے پس اگر وہ توبہ کر لے تو حد اس کے لئے پاک کرنے والی ہے اور آخرت کی سزا اس سے بالاجماع ساقط ہو جائے گی ورنہ نہیں لیکن صاحب ”ملتقط“ نے باب الايمان میں فرمایا کہ کفارہ گناہ کو اٹھا دیتا ہے اگرچہ اُس جرم سے توبہ کرنا نہ پایا جائے اھ اور اس کی تائید اس سے بھی ہو جاتی ہے کہ جوش نجم الدین نسفی (یہ ابو حفص عمر بن محمد نجم الدین نسفی (متوفی ۵۳۷ھ) ہیں اور اُن کی تفسیر کا نام ”التیسیر فی التفسیر“ ہے جیسا کہ ”کشف الظنون“ (۵۱۹/۱) اور ”الفوائد البہیة“ (ص ۱۴۹) میں ہے) نے اپنی تفسیر ”التیسیر“ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَمَنْ اَعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (البقرہ: ۱۷۸/۲) کے تحت لکھا کہ یعنی اُس نے اس ابتداء کے بعد شکار کیا، کہا گیا ہے کہ جب وہ اس جرم سے توبہ نہیں کرتا تو دنیا میں اس کفارے کے ساتھ آخرت کا عذاب ہے کیونکہ کفارہ مصر سے گناہ نہیں اٹھاتا اھ اور یہ اچھی تفصیل ہے اور مستحسن تقييد ہے کہ جس نے ادلہ اور روایات کے مابین جمع کر دیا۔ واللہ تعالیٰ أعلم بحقائق

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا اور ان سے علامہ قاضی حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی متوفی ۳۶۶ھ نے نقل کیا ہے کہ

فِي حِمْلٍ مَا فِي "الْمَلْتَقَطِ" عَلَى غَيْرِ الْمَصْرِ، وَ مَا فِي غَيْرِهِ عَلَى الْمَصْرِ، وَقَدْ ذَكَرَ هَذَا التَّوْفِيقَ الْعَلَامَةُ "نُوحٌ" فِي "حَاشِيَةِ الدَّرِّ" اهـ (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الدَّرِّ الْمُخْتَارِ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَائِاتِ، تَحْتَ قَوْلِ التَّنْوِيرِ: وَلَوْ نَاسِيًا لِخ، ۳/۶۵۲ - وَ أَيْضًا إِرْشَادُ السَّارِي إِلَى مَنَاسِكَ الْمَلَأَ عَلَى الْقَارِي، بَابُ الْجَنَائِاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: هَذَا تَفْصِيلٌ حَسَنٌ، ص ۳۳۱)

یعنی، جو "ملتقط" میں ہے وہ غیر مُصَرِّ پر اور اس کتاب کے علاوہ دیگر میں ہے اُسے مُصَرِّ پر محمول کیا جائے گا، اور یہ موافقت (بین الأدلہ و الرِّایات) علامہ نوح نے "دُرَر" کے حاشیہ میں ذکر کی ہے۔

ترک واجب اور ارتکاب حرام گناہ ہے اور اس پر مُصَرِّین ایک بار گناہ کر کے دوبارہ کرنے کے والے کے لئے "مناسک ملا علی قاری" کے حاشیہ میں ہے:

يَقَالُ لَهُ: اذْهَبْ يَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْكَ، وَ اسْتَدَلَّ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ﴾ (المائدة: ۹۵/۵) (إِرْشَادُ السَّارِي إِلَى مَنَاسِكَ الْمَلَأَ عَلَى الْقَارِي، بَابُ الْجَنَائِاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: خِلَافًا لِمَنْ قَالَ فِي الْعَائِدِ، ص ۳۳۱)

یعنی، اُسے کہا جائے گا تجھ سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا اور اللہ تعالیٰ کے فرمان "اور جو اب کرے گا اللہ اُس سے بدلہ لے گا" سے استدلال کیا ہے۔

اور یہ احقر کہتا ہے کہ جب ایک شخص جانتا ہے کہ یہ فعل احرام میں حرام ہے پھر وہ یہ بھی

جانتا ہے کہ اس کے ارتکاب پر فدیہ لازم آئے گا پھر بھی وہ اس فعل حرام کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ پشیمان نہیں بلکہ ممنوعات کے ارتکاب میں دیدہ دلیری کا مظاہرہ کرتا ہے لہذا اُس کا جرم ایسا ہے کہ صرف کفارہ ادا کرنے سے گناہ معاف نہیں ہوگا بلکہ اُس کے لئے توبہ کرنی ہوگی، برخلاف اُس شخص کے کہ جس سے ممنوع کا ارتکاب ہو گیا پھر معلوم ہونے پر پشیمان ہوا اور اس نے کفارہ ادا کیا تو اس کا یہ کفارہ اس کے گناہ کو اٹھا دے گا کیونکہ اُس کا پشیمان ہونا اُس کی توبہ سے کافی ہو گیا کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

"كَفَّارَةُ الذَّنْبِ النَّدَمُ أَوْ النَّدَامَةُ" (أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ، بِرَقْم:

۲۶۲۳، ۱/۲۸۹) وَ الطَّبْرَانِيُّ فِي "الْمَعْجَمِ الْكَبِيرِ" بِرَقْم: ۱۲۷۹۵، أَبُو

الْحَوْزَاءُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، (۱۳۴/۱۲) وَ الْبَيْهَقِيُّ فِي "الشَّعْبِ" (السَّابِعُ وَ

الرَّابِعُونَ مِنْ شُعْبِ الْإِيمَانِ، بِرَقْم: ۶۶۳۸، ۹/۲۶۶) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوعًا

یعنی، گناہ کا کفارہ ندامت ہے۔

اور امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی حنفی نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا کہ

"جو شخص گناہ کر کے نام ہوا تو یہ ندامت اس کے گناہوں کا کفارہ

ہے"۔ (مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، دفتر دوم، حصہ ہفتم، مکتوب: ۶۶،

ص ۳۸)

اور یہاں ارتکاب ممنوع پر اصرار نہیں پایا گیا اور وہاں پایا گیا اس لئے توبہ کرنا لازم ہوگئی۔

امام اہلسنت امام احمد رضا محدث بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

کفارے اس لئے ہیں کہ بھول چوک سے یا سونے میں یا مجبوری میں

جرم ہوں تو کفارہ سے پاک ہو جائیں نہ اس لئے کہ جان بوجھ کر بلا

عذر جرم کرو اور کہو کہ کفارہ دے دیں گے، دینا تو جب بھی آئے گا مگر

قصداً حکم الہی کی مخالفت سخت ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، حق تعالیٰ توفیق

طاعت عطا فرما کر مدینہ طیبہ کی زیارت کرائے، آمین (أنوار البشارة فی مسائل الحج و الزیارة، فصل ششم جرم اور اُن کے کفارے، نصیحت، ص ۷۳، مطبوعہ: تحریک اصلاح العقائد، میتھادر، کراتشی ۱۹۷۳ م)

اور جو لوگ واجبات جان بوجھ کر ترک کرتے ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے کوئی شخص جان بوجھ کر ممنوعات احرام کا ارتکاب کرے اور پھر اگر اُن کو اپنے عہدے پر ناز ہے یا اپنی دولت پر تو دونوں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں اگر انہیں شریعت مطہرہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے شرم آتی ہے اور آخرت کو فراموش کر بیٹھے ہیں تو اپنی اس حالت پر اُن کو افسوس کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رونا اور گر گڑا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی حالت بدل دے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۳۰ ذو القعدة ۱۴۲۹ھ، ۲۸ نومبر ۲۰۰۸ م 483-F

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی مُحْرَم کے احرام میں نجاست لگی ہوئی ہو اور اُسے معلوم نہ ہو تو دیکھنے والے پر لازم ہے کہ اُسے بتائے یا لازم نہیں ہے، اسی طرح کسی مُحْرَم کو ممنوعات احرام میں سے کسی ممنوع کے ارتکاب کرتا ہوا پائے تو دیکھنے والا کیا کرے اُسے بتائے یا نہ بتائے؟

(السائل: ابوطالب قادری)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: مُحْرَم کے احرام کی چادروں پر نجاست درہم کی مقدار سے زائد ہو اور دیکھنے والا یہ سمجھتا ہو کہ اگر میں اسے بتا دوں گا تو یہ دھو لے گا تو اُس پر لازم ہے کہ اُسے بتا دے اور اگر یہ جانتا ہو کہ یہ شخص میری بات نہیں سنے گا تو اُسے اختیار ہے کہ بتائے یا نہ بتائے، چنانچہ امام افتخار الدین طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

رَأَى عَلَى ثَوْبِ إِنْسَانٍ نَجَاسَةً أَكْثَرَ مِنْ قَدْرِ الدَّرْهِمِ، وَإِنْ وَقَعَ فِي قَلْبِهِ أَنَّهُ لَوْ أَحْبَرَهُ يَشْتَغِلُ بِغَسْلِهِ لَمْ يَسْعَهُ أَنْ لَا يُخْبِرَهُ، وَإِنْ عَلِمَ أَنَّهُ لَا يَلْتَفِتُ إِلَى كَلَامِهِ كَانَ فِي سَعَةٍ أَنْ لَا يُخْبِرَهُ (خلاصة الفتاوى، كتاب الطَّهَّارَات، الفصل الثَّامِنُ فِي النِّجَاسَةِ، ۴۶/۱، مطبوعہ: مكتبة رشيدية، كوئٹہ)

یعنی، کسی انسان کے کپڑوں پر درہم کی مقدار سے زیادہ نجاست لگی ہوئی دیکھی، اگر دیکھنے والے کے دل میں آئے کہ اگر میں اُسے بتاؤں گا تو یہ اُسے دھونے میں مشغول ہو جائے گا تو اُسے اس بات کی گنجائش نہیں کہ وہ اُسے خبر نہ دے، اور اگر وہ جانتا ہے کہ وہ شخص اس کی بات کی طرف توجہ نہیں کرے گا تو اُسے گنجائش ہے کہ اُسے خبر نہ دے (یعنی چاہے تو خبر دے اور چاہے تو نہ دے)۔

اور سوال میں ذکر کردہ دیگر امور کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے، دراصل یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے باب سے ہیں چنانچہ امام افتخار الدین بخاری حنفی لکھتے ہیں:

الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ عَلَى هَذَا، إِنْ عَلِمَ أَنََّّهُمْ يَسْمَعُونَ يَجِبُ عَلَيْهِ إِلَّا لَا (خلاصة الفتاوى، كتاب الطَّهَّارَات، الفصل الثَّامِنُ فِي النِّجَاسَةِ، ۴۶/۱، مطبوعہ: مكتبة رشيدية، كوئٹہ)

یعنی، امر بالمعروف اسی پر ہے اگر جانتا ہے کہ وہ اُس کی بات سنیں گے تو اُس پر (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) واجب ہے ورنہ نہیں۔ اور بعض فقہاء کرام نے مطلقاً امر بالمعروف کو واجب قرار دیا ہے، چنانچہ امام افتخار الدین بخاری حنفی لکھتے ہیں:

قال الإمام السرخسي: الأمر بالمعروف واجب مطلقاً من غير هذا التفصيل (خلاصة الفتاوى، كتاب الطَّهَّارَات، الفصل الثَّامِنُ فِي

یعنی، (شمس الائمہ) امام سرخسی (حنفی) نے فرمایا امر بالمعروف اس تفصیل کے بغیر مطلقاً واجب ہے۔

احقر یہ کہتا ہے کہ فی زمانہ صرف سامنے والے کے سننے یا نہ سننے، نا صحیح کی بات کی طرف توجہ کرنے یا نہ کرنے، خیر خواہ کی خیر خواہی قبول کرنے یا نہ کرنے کی بات نہیں بلکہ خوف اس بات کا رہتا ہے کہ وہ اس کا انکار ہی نہ کر دے اور جس کام کے کرنے کا اُسے حکم دیا گیا ہے وہ فرض قطعی یا واجب بھی ہو سکتا ہے یا جس کام سے اُسے روکا گیا، وہ حرام قطعی یا حرام ظنی (یعنی مکروہ تحریمی) بھی ہو سکتا ہے تو اس کے انکار کے خوف کا مطلب ہے کہ اس کے مرتد یا گمراہ ہونے کا خوف، پھر لوگوں کے حالات ایسے ہو گئے کہ خیر خواہی کرنے والے کی عزت یا جان کو بھی خطرہ ہو سکتا ہے اور فی زمانہ لوگوں کی یہ حالت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اس لئے ان حالات میں اُسی پر عمل کرنا بہتر ہے جو امام افتخار الدین بخاری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ١٦ ذو القعدة ١٤٣١ھ، ٢٥ اکتوبر ٢٠١٠ م 676-F

حالتِ احرام میں جسم پر پٹی باندھنا

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرے گھٹنے میں انتہائی شدید تکلیف ہے جس کی وجہ سے میں اس پر گرم پٹی چڑھا کر رکھتا ہوں اب حج کا احرام باندھنے سے احرام کھلنے تک اگر میں گھٹنے پر گرم پٹی نہیں چڑھاؤں گا تو مجھے تکلیف بڑھ جانے کا قوی اندیشہ ہے، اب اس صورت میں اگر احرام باندھنے کے بعد گھٹنے پر گرم پٹی چڑھاؤں تو مجھ پر کوئی دم یا صدقہ تو لازم نہیں آئے گا۔

(السائل: ایک حاجی از بلیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: جن اعضاء کا احرام میں گھلا رکھنا

واجب ہے اُن کے علاوہ دیگر اعضاء پر کسی عذر کی بنا پر پٹی وغیرہ باندھنا جائز ہے چنانچہ علامہ محمد سلمان اشرف لکھتے ہیں:

بلا عذر سر یا منہ پر پٹی باندھنا مکروہ تحریمی ہے ان دو اعضاء کے سوا کسی اور حصہ بدن پر پٹی باندھنا عذر کے ساتھ جائز ہے اور بلا عذر مکروہ ہے۔
(الحج، مصنفہ محمد سلمان اشرف، احرام میں لباس مکروہ، ص ٤٤-٤٥)

اور امام شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

وإن عَصَبَ شَيْئًا مِنْ جَسَدِهِ مِنْ عِلَّةٍ أَوْ غَيْرِ عِلَّةٍ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ،
لأنَّه غَيْرُ مَمْنُوعٍ عَنْ تَغْطِيَةِ سَائِرِ الْجَسَدِ سِوَى الرَّأْسِ وَالْوَجْهِ
وَلَكِنْ يَكْرَهُ لَهُ أَنْ يُغَطَّى ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ (المبسوط للسرخسی،
كتاب المناسك، باب ما يلبسه المَحْرَم من الثياب، ١١٥/٤/٢، مطبوعة: دار
الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١ھ - ٢٠٠٠م)

یعنی، ضرورت کی وجہ سے یا بے ضرورت بدن کا کوئی حصہ پٹی باندھی تو اُس پر کچھ (کفارہ) لازم نہیں کیونکہ اُسے سوائے سر اور چہرے کے سوا پورے جسم کو ڈھکنے سے نہیں روکا گیا، لیکن وہ بے ضرورت مکروہ ہے۔

(الحج لمحمد سلمان اشرف، ص ٤٨)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٢٨ ذو القعدة ١٤٢٩ھ، ٢٦ نوفمبر ٢٠٠٨ م 481-F

حالتِ احرام میں خوشبو سونگھنے کا حکم

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک

شخص احرام باندھنے کے بعد خود خوشبو استعمال نہیں کرتا مگر خوشبو پڑھی ہوئی ہے بغیر لگائے سونگھ لیتا ہے تو اس پر کچھ کفارہ لازم آئے گا یا نہیں، اسی طرح کسی خوشبو میں بسے ہوئے شخص کے

پاس سے گزرتا ہے یا عطار کی دوکان کے سامنے سے گزرتا ہے یا بیت اللہ شریف کے قریب جاتا ہے تو خوشبو تو اُسے بہر حال آئے گی ایسی صورت میں وہ کیا کرے؟

(السائل: محمد فیاض، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: احرام میں خوشبو سونگھنے سے اگرچہ کچھ لازم نہیں آتا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے لہذا اس سے اجتناب کیا جائے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰ھ لکھتے ہیں:

و کذا لا بأسَ بِشَمِّهِ (لُبَابِ الْمَنَاسِكِ مَعَ شَرْحِهِ لِلْقَارِی، باب الجنایات،

فصل فی تطیب الثوب إلخ، ص ۳۵۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعة

الأولی ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸م)

یعنی، اسی طرح خوشبو سونگھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لا یحِبُّ شَیْءٌ بِشَمِّ الطَّیْبِ، و لو کان مکروہاً، لعدم الالتصاقِ

(المسلك المتقسط فی المنسک المتوسط، باب الجنایات، فصل فی تطیب

الثوب إلخ، ص ۳۵۶-۳۵۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعة الأولى

۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸م)

یعنی، خوشبو سونگھنے میں خوشبو جسم کے ساتھ مُلصَق نہ ہونے کی وجہ سے کچھ

لازم نہیں اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اور ملا علی قاری دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

و لو شَمَّ طِیْباً أَوْ دَخَلَ بَیْتاً مُجَمَّراً فَعَلِقَ بِثَوْبِهِ رَائِحَةً فَلَا شَیْءَ

عَلِیْهِ، وَ یُکْرَهُ لَهُ شَمُّهُ قَصِداً (فتح باب العنایۃ، کتاب الحج، فصل فی

الجنایات، ۲/۲۸۸، مطبوعة: دار أحياء التراث العربی، بیروت، الطبعة

الأولی ۱۴۲۶ھ-۲۰۰۵م)

یعنی، اگر خوشبو سونگھی یا دھونی دیئے ہوئے کمرے میں داخل ہوا پس اُس کپڑوں میں خوشبو داخل ہوگئی تو اس پر کچھ (کفارہ) لازم نہیں اور اس کے لئے اُسے قصد سونگھنا مکروہ ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ

لَا یَلِزُ مِنْهُ شَیْءٌ بِشَمِّ الرِّیْحَانِ وَ الطَّیْبِ وَ أَثْمَارِ الطَّیْبَةِ مَعَ کَرَاهَةِ

شَمِّهِ (الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الحج، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل

الأول فیما یجب بالتطیب و التدهین، ۱/۲۴۰، دار المعرفۃ، بیروت، الطبعة

الثالثة ۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳م)

یعنی، خوشبو، پھول اور پھل سونگھنے سے کچھ کفارہ تو لازم نہیں آتا لیکن (خوشبو) سونگھنا مکروہ ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ

أَنَّهُ لَوْ شَمَّ طِیْباً أَوْ ثَمَاراً طِیْباً لَا کَفَّارَةَ عَلَیْهِ وَ إِنْ کُرِّهَ (رَدُّ الْمُحْتَار

علی الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: إِنْ طِیْبِ،

۳/۶۵۳، مطبوعة: دار المعرفۃ، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ-۲۰۰۰م)

یعنی، اگر خوشبو یا خوشبودار پھل سونگھ لئے تو اُس پر کچھ کفارہ لازم نہیں

اگرچہ یہ مکروہ ہے۔

اور غیر اختیاری طور پر خوشبو آئے تو حُرْم کو چاہئے کہ وہ خوشبو سونگھنے کا قصد نہ کرے اور

اگر قصد کرے گا تو کراہت لازم آئے گی اگرچہ کراہت تخریجی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۲۷ ذو القعدہ ۱۴۲۹ھ، ۲۵ نومبر ۲۰۰۸م 482-F

حالاتِ احرام میں موتیا اور خوشبو والی کریم کا حکم

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حالت احرام میں موتیا کے گجرے، خوشبو والی کریم وغیرہ استعمال کرنا کیسا ہے؟

(السائل C/O: بلیک جگروپ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حالت احرام میں خوشبو اور خوشبودار اشیاء کا استعمال ممنوع ہے چاہے اس کا استعمال بدن میں ہو یا کپڑوں میں، پھر خوشبو کی اقسام کثیر ہیں اور ان کے استعمالات بھی مختلف ہیں اس لئے صرف سوال میں ذکر کردہ اشیاء اور ان کے استعمالات کا حکم بیان کیا جائے گا۔

موتیا اور گجرے: ان کا استعمال بطور سونگھنے اور گلے یا ہاتھ میں پہننے کے ہوتا ہے، ہاتھ یا گلے میں پہننے یا ہاتھ میں پکڑنے کی صورت میں اُن کی خوشبو ہاتھوں وغیرہ کو نہیں لگتی، خوشبو اُن کے پانی میں ہوتی ہے وہ اُن کو مسنے سے نکلتا ہے نہ کہ پہننے اور ہاتھ لگانے سے، باقی رہا سونگھنا تو وہ مکروہ ہے مگر اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوتا لیکن مکروہ کے ارتکاب سے بھی بچنا چاہئے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶ھ لکھتے ہیں:

خوشبو سونگھی پھل ہو یا پھول جیسے لیمو، نارنگی، گلاب، چھبیلی، نیلے، جوہی وغیرہ کے پھول تو کچھ کفارہ نہیں اگرچہ محرم کو خوشبو سونگھنا مکروہ ہے (بہار

شریعت، حج کا بیان، جرم اور اُن کے کفارے، خوشبو اور تیل لگانا، ۱/۱۰۰)

علامہ سراج الدین علی بن عثمان اوسی حنفی متوفی ۵۶۹ھ لکھتے ہیں:

لَوْ شَمَّ الطَّيِّبَ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ (الفتاویٰ السراجیہ، کتاب الحج، باب

التَّطَيُّبِ المحرم، ص ۳۵، مطبوعہ: میر محمد کتب خانہ، کراتشی)

یعنی، اگر خوشبو سونگھی تو اُس پر کچھ لازم نہیں۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ:

لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ بِشَمِّ الرَّيْحَانِ وَ الطَّيِّبِ وَ أَثْمَارِ الطَّيِّبَةِ مَعَ كَرَاهَةِ

شَمِّهِ كَمَا فِي "غَايَةِ السَّرُوحِ شَرْحِ الْهَدَايَةِ" (الفتاویٰ الہندیہ،

کتاب الحج، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الأول فیما یجب بالتَّطَيُّبِ وَ

التَّهْدِیْنِ، ۱/۲۴۰، مطبوعہ: دار المعرفۃ، بیروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ۔

(۱۹۷۳م)

یعنی، خوشبو، پھول اور پھل سونگھنے سے کچھ کفارہ تو لازم نہیں آتا لیکن مکروہ ہے جیسا کہ "غایۃ السرو جی شرح الہدایہ" میں ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أَنَّهُ لَوْ شَمَّ طَبِيبًا أَوْ ثَمَارًا طَبِيبَةً لَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ وَ إِن كُفِّرَ (رَدُّ الْمُحْتَار

عَلَى الدُّرِّ الْمُخْتَارِ، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: إِنَّ طَبِيبَ،

۳/۶۵۳، مطبوعہ: دار المعرفۃ، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م)

یعنی، اگر خوشبو یا خوشبودار پھل سونگھے تو اُس پر کوئی کفارہ نہیں ہے اگرچہ (خوشبو سونگھنا) مکروہ ہے۔

خوشبودار کریم: اس میں خوشبو تھوڑی ہے تو پورے عضو پر لگانے کی صورت میں دم اور

اس سے کم میں صدقہ لازم ہوگا اور خوشبو اگر زیادہ ہے تو چوتھائی عضو پر لگانے کی صورت میں دم

اور اس سے کم میں صدقہ لازم ہوگا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

لَوْ طَيَّبَ بِالْقَلِيلِ عُضْوًا كَامِلًا أَوْ بِالكَثِيرِ رُبْعَ عُضْوٍ لَزِمَ الدَّمُ وَ

إِلَّا فِصْدَقَةً (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الدُّرِّ الْمُخْتَارِ، کتاب الحج، باب الجنایات،

تحت قوله: كَامِلًا، ۳/۶۵۳، مطبوعہ: دار المعرفۃ، بیروت، الطبعة الأولى

۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م)

یعنی، تھوڑی خوشبو پورے عضو پر لگائی یا بہت خوشبو چوتھائی عضو پر تو

قربانی واجب ہوئی ورنہ صدقہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

رمی میں عورتوں کا نائب بننا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے کہ جو اپنی عورتوں کو رمی کے لئے نہیں لے جاتی بلکہ اُن کی رمی خود کر کے آ جاتے ہیں جس طرح مرد پر خود رمی کرنا واجب ہے کیا عورتوں پر واجب نہیں، کیا اس حکم میں عورتوں اور مردوں میں کوئی فرق ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: اس حکم میں مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں ہے جس طرح غیر معذور مرد پر خود رمی کرنا واجب ہے اسی طرح غیر معذور عورت پر بھی خود رمی کرنا واجب ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و الرَّجُلُ وَ الْمَرْأَةُ فِي الرَّمِيِّ سَوَاءٌ (لباب المناسك مع شرحه للقراری،

باب رمی الجمار و أحكامه، فصل فی أحكام الرمی الخ، ص ۲۷۶، دار

الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹-۱۹۹۸م)

یعنی، مرد اور عورت رمی (کے حکم) میں برابر ہیں۔

اور اس کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ

و فيه إيماء إلى أنه لا يجوز النيابة عن المرأة بغير عذر (المسلك

المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل فی

أحكام الرمی الخ، ص ۲۷۶، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة

الأولى ۱۴۱۹-۱۹۹۸م)

یعنی، اور اس میں اشارہ ہے کہ بلا عذر عورت کی طرف سے رمی میں

نیابت جائز نہیں ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

مرد و زن در رمی جمار برابر اندالاً آنکہ افضل در حق زن آن است کہ رمی نماید در شب زیادۃً للستتر و جائز نیست زن را کہ نائب فرستد بعوض خود برائے رمی جمار مگر آنکہ عذرے داشته باشد کہ مانع گردد از رمی بنفس خود چنانچہ مرض و مانند آن (حيلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب نهم در بیان طواف زیارة، فصل چهارم در بیان وقت رمی جمار، ص ۲۱۸، مطبوعة: إدارة المعارف، کراچی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، مرد اور عورت رمی جمار میں برابر ہیں مگر یہ کہ عورت کے حق میں پردہ کی زیادتی کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ رات میں رمی کرے، عورت کو جائز نہیں کہ وہ اپنی جگہ رمی کے لئے اپنے نائب کو بھیجے مگر یہ کہ عورت کو کوئی عذر ہو جو خود رمی کرنے سے مانع ہو جیسا کہ مرض وغیرہ۔

اس کے لئے علماء کرام نے لکھا ہے کہ نائب بنانے کی رخصت اُس مریض کے لئے ہے جو سواری پر بھی نہ جاسکتا ہوئی زمانہ اُسے وہیل چیئر پر بٹھا کر بھی نہ لے جاسکتا ہو تو اس طرح کا مریض مرد ہو خواہ عورت دوسرے کو اپنا نائب بنا دے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ نقل کرتے ہیں:

جو شخص مریض ہو کہ جمرہ تک سواری پر بھی نہ جاسکتا ہو وہ دوسرے کو حکم کر دے کہ اُس کی طرف سے رمی کرے۔ اس کے بعد اسی کے آگے لکھا کہ اگر مریض میں اتنی طاقت نہیں کہ رمی کرے تو بہتر یہ ہے کہ اس کا ساتھی اُس کے ہاتھ پر کنکری رکھ کر رمی کرائے۔ یو ہیں بیہوش یا مجنون یا ناسمجھ کی طرف سے اُس کے ساتھ والے رمی کر دیں اور بہتر یہ ہے کہ اُن کے ہاتھ پر کنکری رکھ کر رمی کرائیں۔ ”منسک“ (لباب المناسك مع

شرحہ للقراری، باب أحكام الرمی و أحكامه، فصل فی أحكام الرمی و شرائطه

الخ، ص ۲۷۴) (بہار شریعت، حج کا بیان، منی کے اعمال اور حج کے بقیہ افعال، باقی

دنوں کی رمی، ۶/۲/۸۸، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

لہذا غیر معذور عورتوں کی جانب سے جو لوگ رمی کر دیتے ہیں اس سے اُن عورتوں کے ذمے سے رمی کا وجوب ساقط نہ ہوگا۔ اور ترک رمی کی وجہ سے جزاء و گناہ سے نہ بچ پائیں گے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۷ ذوالحجۃ ۱۴۳۰ھ، ۲۴ نومبر ۲۰۰۹ م 666-F

تینوں دنوں کی رمی ترک کی تو کیا لازم ہوگا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے تینوں دنوں کی رمی ترک کر دی یا اس سے کسی وجہ سے ترک ہو گئی اس صورت میں اُس پر کتنے دم لازم ہوں گے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اس شخص پر ایک دم لازم ہوگا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

مَنْ تَرَكَ رَمَى الْجَمَارِ فِي الْأَيَّامِ كُلِّهَا فَعَلَيْهِ دَمٌ لَتَحَقِّقَ تَرَكَ الْوَاجِبِ وَيَكْفِيهِ دَمٌ وَاحِدٌ، لِأَنَّ الْجِنْسَ مُتَّحِدٌ (الهداية، كتاب

الحج، باب الجنایات، ۱-۲/۲۰۰، ۲۰۱، مطبوعہ: دار الأرقم، بیروت)

یعنی، جس نے تمام دنوں کی رمی ترک کر دی تو اس پر ترک واجب مَحَقَّق

ہونے کی وجہ سے دم لازم ہے اور اُسے ایک دم کافی ہوگا کیونکہ جنس

متحد ہے۔

اور علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لو تَرَكَ رَمَى الْجَمَارِ كُلِّهَا أَوْ يَوْمٍ وَاحِدٍ أَوْ جَمْرَةَ الْعَقْبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ فَعَلَيْهِ شَاةٌ (المُختار الفتوى، كتاب الحج، باب الجنایات،

ص ۲۱۱، مطبوعہ: مکتبۃ نزار مصطفی الباز، مکہ المکرمہ، الطبعة الأولى

۱۴۱۸-۵۱۹۹۷م)

یعنی، اگر تمام جمرات کی رمی ترک کی یا ایک دن کی یا یوم نحر میں جمرہ عقبہ

کی (تمام صورتوں میں) اُس پر (دم کے طور پر) بکری (ذبح کرنا)

لازم ہے۔

یاد رہے کہ رمی واجبات حج سے ہے اور واجب کا بلاغذرقصد ترک گناہ ہے اور دم دینے سے ترک واجب کی وجہ سے حج میں لازم آنے والا نقصان تو پورا ہو جاتا ہے لیکن اُس سے لازم آنے والا گناہ تو اس کے لئے سچی توبہ کرنی ہوگی، خصوصاً رمی کہ جس کے معاملے میں بہت لوگ غیر محتاط ہیں، کچھ تو رمی ترک کرنے کی جسارت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم دم دے دیں گے، اور کچھ اپنی خواتین اور دوسرے افراد کی رمی خود کر کے آ جاتے ہیں، نیابت کس صورت میں جائز ہے وہ اُس سے بخبر ہوتے ہیں، دوسروں کے واجب ترک کرواتے ہیں اور ترک واجب گناہ ہے، اس طرح وہ گناہ میں دوسروں کے معاون بنتے ہیں، قرآن کریم میں ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدة: ۲/۵)

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الخميس، ۱۳ ذوالحجۃ ۱۴۲۹ھ، ۱۱ دسمبر ۲۰۰۸ م 491-F

حائضہ کا بوقتِ رخصت کعبہ کی زیارت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت دورانِ حیض مسجد حرام میں کہاں تک جاسکتی ہے جیسا کہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ حیض والی وقت

رُخْصَتِ حَسْرَتِ بھری نگاہوں سے خانہ کعبہ کو دیکھے نیز صفا و مروہ پر جاسکتی ہے یا نہیں؟

(السائل: محمد فیاض از بلیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حالت حیض میں عورت کو مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے اور کعبہ معظمہ کو دیکھنا ممنوع نہیں ہے اور اس وقت مسجد حرام کے چند دروازے ایسے ہیں کہ جن سے کعبہ معظمہ نظر آجاتا ہے جیسے بابُ العمرہ اور باب عبد العزیز وغیرہما۔

اسی لئے علماء کرام نے حیض والی عورت کے لئے لکھا ہے کہ وہ رُخْصَت کے وقت مسجد حرام کے کسی دروازے سے کعبہ معظمہ کی زیارت کرے اور دعا مانگ کر رُخْصَت ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

حائض و نفاس در وقت وداع از کعبہ در حال ارادہ خروج برائے سفر داخل نہ شود در مسجد بلکہ بایستد بر دروازہ مسجد ہر دروازہ کہ باشد باب خروہ، و ہوالاً فضل ودعا خواند با مورخیرہ راح (حیلة القلوب فی زیارت المحبوب، باب یازدہم، فصل چہارم در بیان کیفیت وداع علی الدجال، ص ۲۲۹)

یعنی، حیض اور نفاس والی عورت کعبہ معظمہ سے وداع ہوتے وقت جب وہ سفر پر نکلنے کا ارادہ کر لے مسجد میں داخل نہ ہو بلکہ وہ مسجد کے کسی بھی دروازے پر کھڑی ہو جائے، برابر ہے کہ باب خروہ ہو اور وہ افضل ہے اور مورخیرہ کی دعا کرے۔

ایسی عورت صفا و مروہ دونوں پہاڑیوں اور مسعی پر جاسکتی ہے کیونکہ مسعی مسجد سے خارج ہے چنانچہ علامہ ابوالولید محمد بن عبد اللہ احمد از رقی متوفی ۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ ازدی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ہم کتاب اللہ عز وجل میں پاتے ہیں کہ مسجد حرام کی حد

خروہ سے مسعی تک ہے۔ (أخبار مكة، باب ذکر غور زمزم و ما جاء فی

ذلك، ذکر حد مسجد الحرام، ۲/۶۳)

اور علامہ محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

جان لیجئے کہ بیت اللہ مسجد حرام کے وسط میں ہے اور مسجد حرام مکہ معظمہ کے وسط میں ہے اور صفا مشرق کی جانب مسجد حرام سے خارج اور مروہ اسی طرح جانب شمالی میں ہے۔ (إثارة الترغيب و التشويق، القسم الأول، الفصل الخامس و الخمسون فی ذکر ما جاء فی بناء المسجد الحرام، ص ۳۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۲۱ ذو القعدة ۱۴۲۹ھ، ۱۹ نوفمبر ۲۰۰۸ م 474-F

بلا احرام مکہ پہنچنے والے حاجی کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب ہم کراچی سے حج کے لئے روانہ ہوئے تو ہمارے ساتھ ایک خاتون ماہواری سے تھیں ماہواری کی وجہ سے اس نے احرام نہیں باندھا بلا احرام مکہ آگئی اب اُس پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل: محمد فرید بن حاجی مختار، بلیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: یاد رہے کہ ماہواری احرام کو مانع نہیں ہے جو عورت ماہواری سے ہو اُسے چاہئے کہ وہ اُسی حال میں احرام باندھ لے پھر مکہ معظمہ پہنچ کر جب پاک ہو جائے تو غسل کرے، حج تمتع یا قرآن کا احرام ہو تو عمرہ ادا کر لے اور اگر حج افراد کا حج کا احرام ہو تو طوافِ قدوم کرے اور مکہ پہنچ کر پاک ہونے تک حالت احرام میں رہے، جب پاک ہو جائے تب غسل کرے عمرہ یا طوافِ قدوم کرے۔

اب اس عورت پر لازم ہے کہ کسی بھی میقات پر جائے اور عمرہ کا احرام باندھ کر آئے

پاک ہوگئی ہو تو عمرہ ادا کرے ورنہ پاک ہونے کے بعد عمرہ ادا کر لے اور اُس پر میقات سے بغیر احرام گزرنے کی وجہ سے جو دم لازم ہوا وہ ساقط ہو جائے گا اور بغیر احرام میقات سے گزرنے کا گناہ باقی رہے گا جس کے لئے اُسے سچی توبہ کرنی ہوگی۔

کیونکہ میقات سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے مکہ جانے کا ارادہ رکھنے والے بلا احرام نہیں گزر سکتا چنانچہ علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

المواقیت: المواضع الّتی لا یُجاوزُھا مُریدُ مَکَّةَ إِلَّا مُحَرِّمًا (الدُّرُ الْمَخْتَار، کتاب الحج، ص ۱۵۷)

یعنی، میقاتیں وہ جگہیں ہیں جہاں سے مکہ معظمہ کا ارادہ رکھنے والا سوائے احرام کے نہیں گزر سکتا۔

اور اگر بلا احرام گزر گیا پھر احرام باندھنے کے لئے کسی میقات کو نہ گیا، پھر چاہے احرام باندھا یا نہ باندھا بہر حال اُس پر دم لازم آجائے گا چنانچہ علامہ علاؤ الدین ہسکفی لکھتے ہیں:

آفاقُ مسلّم بالغُ یُریدُ الحجَّ و لو نفلاً و العمرۃ و جَاوَزَ وَقْتَهُ ثُمَّ أَحْرَمَ لَزِمَہ دَمٌ کَمَا إِذَا لَمْ یُحَرِّم، ملخصاً (الدُّرُ الْمَخْتَار، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۱۷۰، مطبوعۃ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳-۵۱-۲۰۰۲م)

یعنی، آفاق مسلمان بالغ حج اگر نفلی حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ میقات سے گزر جائے پھر احرام باندھے تو اُسے دم لازم ہوگا جیسا کہ اُسے دم لازم ہوگا جو احرام نہ باندھے۔

احرام نہ باندھنے کی صورت میں لزوم دم کے بارے میں علامہ رافعی لکھتے ہیں:

فإنّہ یکوْنُ مشغولُ الدِّمۃِ بِأَحَدِ النَّسْکِیْنِ و دَمَ المَحَاوِزَةِ (تقریرات الرافعی علی الدّر و الرّو، کتاب الحج، باب الجنایات، ۷۰۴/۳)

یعنی، بے شک اس کا ذمہ دو عبادتوں (حج و عمرہ) میں سے کسی ایک عبادت کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہے اور (بلا احرام) میقات سے گزرنے کا دم۔

اور اگر وہ دوبارہ کسی بھی میقات پر چلا جاتا ہے تو دم ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ علاؤ الدین ہسکفی لکھتے ہیں:

فإنْ عَادَ إِلَى مِیقَاتٍ مَّا تَمَّ أَحْرَمَ سَقَطَ دَمُهُ و الأفضَلُ عَوْدُهُ ملخصاً (الدُّرُ الْمَخْتَار، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۱۷۱)

یعنی، پس اگر کسی بھی میقات کو لوٹا پھر (وہاں سے) سے احرام باندھا تو دم ساقط ہو گیا اور افضل لوٹنا ہے۔

لہذا مذکورہ عورت پر کسی میقات پر جا کر احرام باندھ کر آئے اور پاک ہونے کے بعد عمرہ ادا کرے اور کسی میقات نہیں جاسکتی تو حد و حریم سے باہر جا کر احرام باندھ کر آئے اور عمرہ ادا کرے اور ساتھ دم بھی دے اور دونوں صورتوں میں توبہ بھی کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۴ ذو القعدہ ۱۴۲۹ھ، ۲۲ نومبر ۲۰۰۸ م 477-F

الطّواف کرنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کعبے کا الطّواف کرے یعنی وہ حجر اسود سے رکن یمانی کی طرف کو پھیرے دے اس طرح طواف کو مکمل کر لے تو اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل:)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: یاد رہے کہ طواف میں تیامن یعنی دائیں طرف کو چلنا طواف کے واجبات سے ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹھوی حنفی

متونی ۴۷۱ھ لکھتے ہیں کہ

نجم از واجبات تيامن است در طواف وهو الصبح الاصح (حيات القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم در بیان شرائط صحة طواف، ص ۱۱۹، مطبوعة: إدارة المعارف، کراتشی ۱۳۹۱هـ) یعنی، طواف کے واجبات میں سے پانچواں واجب طواف میں تيامن ہے اور یہی صبح، اصح ہے۔

تيامن سے مراد یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونے کی صورت میں اُس کا چلنا اُس کے دائیں طرف کو ہو یعنی حجر اسود سے اُس سمت کو چلے جس طرف باب کعبہ اور مقام ابراہیم ہیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹوی حنفی متونی ۴۷۱ھ لکھتے ہیں کہ و مراد به تيامن آن است که شروع کند طائف در طواف بوجہی کہ واقع گردد مشی اواز جہت يمين نفس او اگر فرض کردہ شود او مستقبل قبلہ، و طریقیش آنست کہ گرداند بیت را بسوئے یسار خود و میرود بسوئے دو کے خود (حيات القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم در بیان شرائط صحة طواف، ص ۱۱۹، مطبوعة: إدارة المعارف، کراتشی ۱۳۹۱هـ)

یعنی، دائیں طرف سے مراد یہ ہے کہ طواف کرنے والا طواف میں اس طرح شروع ہو کہ فرض کرو اُس نے قبلہ کی طرف منہ کیا ہوا ہو تو اُس کا چلنا اُس کے دائیں طرف ہو، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ بیت اللہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر اپنے منہ کی سیدھ میں چلے۔

اور علامہ عبدالعلیٰ برجندي حنفی لکھتے ہیں:

و الحاصل أنه ينبغي أن يتبدأ بالحجر و يمشى إلى الجانب الباب بحيث يكون البيت في الطواف علمي يساره (البرجندي

شرح المختصر الوقاية، كتاب الحج، تحت قوله: أخذًا عن يمينه إلخ،

(۲۳۴/۱)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ اُسے چاہئے کہ وہ حجر اسود سے ابتداء کرے اور باب کعبہ کی جانب چلے اس طرح کہ طواف میں بیت اللہ شریف اُس کے بائیں ہاتھ پر ہو۔

اس لئے طواف میں حجر اسود سے رُکن یمانی کی طرف چلنے میں طواف کا منکوس یا معکوس ہونا پایا گیا جو کہ مکروہ تحریمی ہے جس میں اعادہ لازم آئے گا اعادہ نہ کرے تو دم، چنانچہ امام ابوالفضل محمد بن محمد حاکم شہید لکھتے ہیں کہ

و فی طوافه منکوساً أو محمولاً أو طواف أكثره كذلك بغیر عذر، الإعادة و إن كان هناك، و شاة إن كان رجَعَ (المبسوط (فی ضمن کتاب الأصل للإمام محمد)، کتاب المناسک، باب الطواف، ۳۳۴/۲، ۳۳۵، مطبوعة: عالم الكتب، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۰هـ۔ ۱۹۹۰م)

یعنی، اس کے منکوس، یا محمول طواف میں یا اس کے بلا عذر اس طرح اکثر طواف کرنے میں اعادہ ہے اگر وہاں (یعنی مکہ میں) ہو اور بکری ہے اگر لوٹ آئے۔

اور علامہ یوسف بن جنید انہی چلبی حنفی لکھتے ہیں:

إنما قيّد الطّواف باليمين، لأنّه لو أخذ عن يساره و هو الطّواف المعكوس، فطاف كذلك سبعة أشواطٍ يعتدّ بطوافه عندنا، و يُعيد ما دام بمكة و إن رجَعَ إلى أهله قبل الإعادة فعليه دم (الدّخيرة العقبی، کتاب الحج، تحت قول النقاية: ثم أخذ عن يمينه، ص ۴۹۸)

یعنی، طواف کو دائیں (طرف سے شروع کرنے) کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ اگر بائیں سے شروع کرے گا تو یہ طواف معکوس ہوگا پس اس طرح (یعنی معکوس) سات چکر طواف کر لیا تو ہمارے نزدیک شمار ہوگا اور جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اس کا اعادہ کرے گا اور اگر اعادہ سے قبل اپنے گھر کو لوٹ گیا تو اس پر دم ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر طواف کرد بر غیر این وجہ چنانکہ طواف معکوس اعنی گردانید بیت را بسوئے یمنین خودی رفت بسوئے ادئے خود در جمع این صور مرتکب شد فعل حرام را و واجب باشد بروئے اعادہ آن طواف و بر تقدیر عدم اعادہ لازم آید دم بروئے (حیات القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم در بیان شرائط صحة طواف،

ص ۱۱۹، مطبوعہ: إدارة المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، اگر اس وجہ کے غیر پر طواف کیا جیسا کہ طواف معکوس میری مراد ہے کہ اُس نے (طواف میں) بیت اللہ کو اپنے دائیں ہاتھ پر رکھا اور اپنے منہ کی سیدھ میں چلا ان تمام صورتوں میں وہ فعل حرام کا مرتکب ہوا اور اُس پر اس طواف کا اعادہ لازم ہوگا اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں اس پر دم لازم آئے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ذوالحجۃ ۱۴۲۹ھ، دسمبر ۲۰۰۸ م . 671-F

طواف میں طہارت حکمیہ کی حیثیت

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف

زیارت، طواف وداع اور نفلی طواف میں طہارت حکمیہ کی کیا حیثیت ہے اگر ان میں طہارت ترک ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

(السائل: ابوطالب قادری، جمشید روڈ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: یاد رہے کہ حج میں طواف زیارت فرض ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

هذا الطَّوْفُ هُوَ الْمَفْرُوضُ فِي الْحَجِّ وَ هُوَ رَكْنٌ فِيهِ، إِذْ هُوَ الْمَأْمُورُ بِهِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (الحج: ۲۲/۲۹) وَ يُسَمَّى طَوَافَ الْإِفَاضَةِ وَ طَوَافَ يَوْمِ النَّحْرِ (الهداية، كتاب الحج، باب الإحرام، ۱-۲/۱۸۰، مطبوعہ: دار الأرقم، بيروت)

یعنی، یہ طواف حج میں فرض ہے اور یہ اُس میں رکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”اور اُس آزاد گھر کا طواف کریں“ میں مأمور بہ ہے اور اس کا نام طواف افاضہ اور طواف یوم نحر رکھا گیا ہے۔

اور حج میں طواف وداع آفاقی حاجی پر واجب ہے چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

وَهُوَ وَاجِبٌ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَام: مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ فَلْيَكُنْ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ الطَّوَّافِ إِلَّا عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ۔ ملخصاً (الهداية، كتاب الحج، باب الإحرام، ۱-۲/۱۸۲، ۱۸۳)

یعنی، اور وہ (طواف صدر) ہمارے نزدیک سوائے اہل مکہ کے (سب پر) واجب ہے برخلاف امام شافعی کے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ”جو بیت اللہ کا حج کرے اس کا بیت اللہ کے ساتھ آخری عہد طواف ہونا چاہئے سوائے اہل مکہ کے“ (صحیح البخاری، کتاب الحج، باب

(۱۴۴) طواف الوداع، برقم: ۱۷۵۵، ۱/۴۳۱، بلفظ آخر۔ أيضاً صحیح

مسلم، کتاب الحج، باب (۶۷) وجوب طوافِ الوداع و سقوطه عن الحائض،
برقم: ۳۷۹/۳۱۹۸ - (۱۳۲۷)، ص ۶۱۳، بلفظ آخر)۔

اور حافظ الدین ابوالبرکات علامہ عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و هو واجبٌ إلّا على أهل مكة (کنز الدقائق، کتاب الحج، باب
الإحرام، ص ۲۸، المكتبة العصرية، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ -
۲۰۰۵م)

یعنی، اور وہ واجب ہے سوائے اہل مکہ کے۔

اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فإنه من الواجبات بلا خلاف (المسلك المتقسط في المنسك
المتوسط، باب الجنایات، فصل لو طاف للزيارة الخ، ص ۳۸۶)
یعنی، پس طواف و دواع بلا خلاف واجبات حج میں سے ہے۔

اور طواف میں طہارت (یعنی پاکیزگی) واجب ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی

لکھتے ہیں:

ولنا: قوله تعالى: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (الحج: ۲۲/۲۹)
من غير قيد الطهارة فلم تكن فرضاً، ثم قيل: هي سنة، و
الأصح: أنها واجبة (الهداية، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل: و من
طاف طواف القدوم إلخ، ۱-۱۹۹/۲)

یعنی، ہماری دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”اور اس آزاد گھر کا طواف
کریں“ طہارت کی قید کے بغیر ہے پس (طواف میں) طہارت فرض نہ
ہوگی، پھر کہا گیا کہ طہارت سنت ہے اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ طہارت
واجب ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

الأوّل الطّهارة عن الحدث الأكبر والأصغر (أبواب المناسك مع

شرحه للفقاري، باب دخول مكة، فصل في واجبات الطواف، ص ۱۶۶،

مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م)

یعنی، طواف کا پہلا واجب حدث اکبر اور حدث اصغر سے پاک ہونا ہے۔

ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و هو الصحيح من المذهب (المسلك المتقسط في المنسك

المتوسط، باب دخول مكة، فصل في واجبات الطواف، ص ۱۶۷، مطبوعة:

دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م)

یعنی، (طہارت کا واجب ہونا) صحیح مذہب ہے۔

حدث اکبر سے پاک ہونا یہ ہے کہ اُس پر غسل فرض نہ ہو اور حدث اصغر سے پاک ہونا

یہ ہے کہ وہ بے وضو نہ ہو۔

جب طواف میں نجاست حکمیہ سے طہارت واجب ہے تو طہارت کے بغیر کیا ہوا

طواف صحیح ہو جائے گا اور اس طرح طواف کرنے والے پر اُس کا اعادہ یا شرعی جرمانہ لازم

آئے گا اور وہ گنہگار بھی ہوگا، چنانچہ ملّا علی قاری لکھتے ہیں:

ثم إذا ثبت أنّ الطهارة عن النجاسة الحكمية واجبة، فلو طاف

معها يصح عندنا وعند أحمد، ولم يحل له ذلك و يكون

عاصياً و يجب عليه الإعادة و الجزاء إن لم يُعَد، و هذا الحكم

في كلّ واجب تركه (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب

دخول مكة، فصل في واجبات الطواف، ص ۱۶۷)

یعنی، پھر جب ثابت ہو گیا کہ (طواف میں) نجاست حکمیہ سے پاکی

واجب ہے تو اگر نجاست حکمیہ کے ساتھ طواف کر لیا تو ہمارے امام (امام

ابوحنیفہ) اور امام احمد کے نزدیک (طواف) صحیح ہو جائے گا اور اُس کے

لئے وہ (نجاست حکمیہ کے ساتھ طواف) حلال نہیں ہے اور وہ گنہگار ہوگا
وار اس پر (اس طواف کا) اعادہ واجب ہوگا اور اگر اعادہ نہ کرے تو جزاء
(واجب ہوگی) اور یہ حکم ہر واجب میں ہے (جسے) وہ ترک کرے۔

لہذا حدث اکبر اور حدث اصغر میں فرق کی وجہ سے اگر بے وضو طواف زیارت کیا تو
”دَم“ لازم ہوگا اور غسل فرض ہونے کی صورت میں طواف زیارت کیا تو ”بدنہ“ لازم ہوگا
چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

وَلَوْ طَافَ طَوَافَ الزَّيَارَةِ مُحَدِّثًا فَعَلَيْهِ شَاةٌ لِأَنَّهُ أَدَخَلَ النَّقْصَ
فِي الرُّكْنِ فَيُحِبُّ بِاللَّحْمِ، وَإِنْ كَانَ جُنْبًا فَعَلَيْهِ بَدَنَةٌ، كَذَا رَوَى
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا: وَلَآنَ الْجَنَابَةَ أَغْلَظُ مِنَ
الْحَدِّثِ فَيُجِبُ جَبْرُ نَقْصَانِهَا بِالْبَدَنَةِ إِظْهَارًا لِلتَّفَاوُتِ (الهداية،
كتاب الحج، باب الجنایات، فصل من طاف طواف القدوم الخ، ۱۹۹/۲-۱)

یعنی، اگر بے وضو طواف زیارت کیا تو اُس پر (بطورِ دم) ”بکری“
لازم ہے کیونکہ اُس نے (حج کے) رُکن میں نقص کو داخل کر دیا پس
(اس نقص کو) دم کے ساتھ پورا کیا جائے گا اور جُنْبی ہے (یعنی اس پر
غسل فرض ہے) تو اُس پر ”بدنہ“ (گائے یا اونٹ) لازم ہے، اسی
طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور اس لئے
کہ جنابت حَدِّث (بے وضو ہونے) سے زیادہ غلیظ ہے، پس (دونوں
حکمی نجاستوں میں) فرق کے اظہار کے لئے اس کا نقصان بدنہ کے
ساتھ پورا کرنا واجب ہے۔

طواف وداع کا حکم یہ ہے کہ اگر بے وضو کیا تو صدقہ لازم ہوگا اور اگر حالت جنابت
میں کیا تو دم چنانچہ علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

وَمَنْ طَافَ طَوَافَ الصَّدْرِ مُحَدِّثًا فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ لِأَنَّهُ دُونَ
طَوَافِ الزَّيَارَةِ وَإِنْ كَانَ وَاجِبًا فَلَا بُدَّ مِنْ إِظْهَارِ التَّفَاوُتِ، وَلَوْ
طَافَ جُنْبًا فَعَلَيْهِ شَاةٌ لِأَنَّهُ نَقَصَ كَثِيرٌ ثُمَّ هُوَ دُونَ طَوَافِ
الزَّيَارَةِ فَيَكْتَفِي بِالشَّاةِ (الهداية، كتاب الحج، باب الجنایات، فصل من
طاف طواف القدوم الخ، ۱۹۹/۲-۱)

یعنی، جس نے بے وضو طواف وداع کیا اُس پر ”صدقہ“ لازم ہے کیونکہ
یہ (طواف مرتبے میں) طواف زیارت سے کم ہے اگرچہ واجب ہے تو
(واجب اور فرض میں) تفاوت ظاہر کرنا ضروری ہے اور اگر حالت
جنابت میں کیا تو اس پر (بطورِ دم) ”بکری“ لازم ہے کیونکہ (یہاں)
نقص کثیر ہے پھر یہ (طواف) طواف زیارت سے (مرتبہ میں) کم ہے
تو بکری کافی ہے۔

اور اگر طواف زیارت کا اپنے وقت میں اعادہ کر لے تو ”بدنہ“ یا ”دم“ جو بھی لازم ہوا
وہ ساقط ہو جائے گا اور اعادہ افضل ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

وَالْأَفْضَلُ أَنْ يُعِيدَ الطَّوْفَ مَا دَامَ بِمَكَّةَ وَلَا ذَبَحَ عَلَيْهِ، وَ
الْأَصَحُّ أَنَّهُ يُؤْمَرُ بِالْإِعَادَةِ فِي الْحَدِّثِ اسْتِحْبَابًا، وَفِي الْجَنَابَةِ
إِجْبَابًا لِفَحْشِ النُّقْصَانِ بِسَبَبِ الْجَنَابَةِ وَقُصُورِهِ بِسَبَبِ
الْحَدِّثِ (الهداية، كتاب الحج، باب الجنایات، فصل من طاف طواف
القدوم الخ، ۱۹۹/۲-۱)

یعنی، اور افضل یہ ہے کہ جب تک مکہ مکرمہ میں ہے طواف کا اعادہ کرے
اور اس پر (جانور) ذبح کرنا لازم نہیں ہے، صحیح ترین قول یہ ہے کہ
حدیث میں اُسے استحباباً اعادہ کا حکم دیا جائے گا اور جنابت میں وجوباً
کیونکہ جنابت کے سبب (طواف میں) نقصان فاحش ہے اور حدث

کے سبب (طواف میں) نقصان کم ہے۔

پھر اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ طواف زیارت ایامِ نحر میں (یعنی دس ذوالحجہ سے بارہ کے غروب آفتاب سے قبل) ادا کرنا واجب ہے، چنانچہ علامہ محمد بن عبد اللہ بن احمد عزیٰ تمر تاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ طواف کے واجبات کے بیان میں لکھتے ہیں:

و فعل طواف الإفاضة في أيام النحر (تنوير الأبصار، كتاب الحج،

ص ۱۵۷، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

(۲۰۰۲م)

یعنی، طواف افاضہ ایامِ نحر میں کرنا (واجب ہے)۔

لہذا اگر کوئی اس کا اعادہ ایامِ نحر میں کر لے تو اس پر جو جزاء لازم آئی وہ ساقط ہو جائے گی اور اگر ان ایام کے بعد اعادہ کیا تو تاخیر کی وجہ سے دم لازم آئے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱۸ ذوالقعدة ۱۴۳۱ھ، ۲۷ اکتوبر ۲۰۱۰م 672-F

بے وضو یا حالتِ جنابت کے لئے نفلی طواف کا حکم

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نفلی طواف اگر حالتِ جنابت یا بے وضو کر لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے، کیا اس کا حکم واجب طواف کی مثل ہے یا الگ ہے، تفصیل سے جواب عنایت فرما کر مشکور ہوں۔

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: ان امور میں نفلی طواف کا حکم وہی

ہے جو واجب طواف کا ہے کہ حالتِ جنابت میں کیا تو دم اور بے وضو کیا تو صدقہ لازم ہوگا کیونکہ نفلی طواف شروع کرنے سے قبل نفل ہوتا ہے جب شروع کر دیا تو اب واجب ہو گیا اسی لئے اس کا حکم بھی وہی ہے جو واجب طواف کا ہے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی

حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ:

أَنَّ الْحَكَمَ كَذَلِكَ فِي كُلِّ طَوَافٍ هُوَ تَطَوُّعٌ، فَيَجِبُ الدَّمُ لَوْ طَافَهُ جُنْبًا، وَ الصَّدَقَةُ لَوْ مُحْدَثًا كَمَا فِي "الشَّرْهَ النَّبَلِيَّةِ" عَنْ "الزَّيْلَعِيِّ" (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الدَّرِّ الْمُخْتَارِ، بَابُ الْجَنَابَاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ:

لَوْ جُوبَهُ بِالشَّرُّوعِ الْخ، ۳/۶۶۱، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة

الأولى ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م)

یعنی، بے شک اسی طرح حکم ہر طواف میں ہے جو نفلی ہو، پس اگر حالتِ

جنابت میں طواف کیا تو دم واجب ہے اور بے وضو کیا تو صدقہ جیسا کہ

"شَرْهَ النَّبَلِيَّةِ" (غَنِيَّةُ ذَوِي الْأَحْكَامِ فِي بَغِيَّةِ ذُرْرِ الْحُكَّامِ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ

الْجَنَابَاتِ، ۱/۲۴۲، مطبوعة: مطبعة أحمد كامل الكائنة في دار السعادة،

۱۳۲۹ھ) میں "زَيْلَعِي" (تَبْيِينُ الْحَقَائِقِ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَابَاتِ،

۲/۳۶۹، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔

۲۰۰۰م) کے حوالے سے ہے۔

اور نفلی طواف پر واجب طواف والے احکامات اس لئے لازم ہوئے کہ یہ طواف شروع کرنے سے قبل نفل تھا جب شروع کر دیا تو واجب ہو گیا جیسا کہ طوافِ قدوم سنت ہے لیکن شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے اور اس کے احکام وہی ہوتے ہیں جو واجب طواف کے لئے ہوتے ہیں چنانچہ علامہ علاؤ الدین ہکلفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ "تنوير الابصار" کی عبارت "طوافِ قدوم حالتِ جنابت میں کیا تو دم لازم ہے" کے تحت لکھتے ہیں:

لَوْ جُوبَهُ بِالشَّرُّوعِ (الدَّرُّ الْمُخْتَارِ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَابَاتِ، تَحْتَ

قَوْلِهِ: أَوْ طَافَ لِلْقُدُومِ، ص ۱۶۷، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت،

الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔ ۲۰۰۲م)

یعنی، اس کے شروع کرنے سے واجب ہو جانے کی وجہ سے۔

اور مطلق طواف میں طہارت و اجبات طواف سے ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ واجبات طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

یکے طہارت بدن از نجاست حکمیہ برابر است طواف فرض باشد یا غیر
آن ملخصاً (حجۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب دوم، فصل دوم، أما
واجبات طواف، ص ۱۱۸)

یعنی، طواف کا پہلا واجب بدن کا نجاست حکمی سے پاک ہونا ہے برابر
ہے کہ طواف فرض ہو یا اُس کا غیر (یعنی واجب یا سنت یا نفل ہو)

اور ترک واجب سے مُرتکب گنہگار قرار پاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی
متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۲ھ لکھتے ہیں:

يَصِيرُ عَاصِيًا أَى: لِتَرْكِ الْوَاجِبِ (المسلك المتقسط فى المنسك
المتوسط، باب الجنایات، فصل فى حكم الجنایات فى طواف الزیارة،
ص ۳۸۱)

یعنی، مرتکب گنہگار ہو جاتا ہے یعنی ترک واجب کی وجہ سے۔

ایسی صورت میں پہلے اعادہ کا حکم دیا جاتا ہے، اعادہ کر لے تو اگر دم لازم تھا تو وہ ساقط
ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

فَإِنْ أَعَادَهُ سَقَطَ عَنْهُ الدَّمُ (لُبابُ الْمَنَاسِكِ مع شرحه للقارى، باب
الجنایات، فصل فى حكم الجنایات فى طواف الزیارة، ص ۲۸۳)

یعنی، پس اگر اعادہ کر لے تو دم ساقط ہو گیا۔

اور اگر صدقہ لازم تھا تو اعادہ سے وہ بھی ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی
اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و إن أَعَادَهُ سَقَطَتْ أَى: الصَّدَقَةُ (لُبابُ الْمَنَاسِكِ مع شرحه للقارى،
باب الجنایات، فصل فى حكم الجنایات فى طواف الزیارة، ص ۲۸۳)

یعنی، اگر اس کا اعادہ کر لے تو صدقہ ساقط ہو گیا۔

اور اعادہ کفارے کو تو ساقط کر دیتا ہے لیکن گناہ باقی رہتا ہے چنانچہ ملا علی قاری نے
”لباب“ کی عبارت کہ ”اگر اعادہ کر لیا تو صدقہ ساقط ہو گیا“ کے تحت لکھا کہ

و بَقِيَّتِ الْمَعْصِيَةُ (المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب
الجنایات، فصل فى حكم الجنایات فى طواف الزیارة، ص ۳۸۳)

یعنی، اور گناہ باقی رہتا ہے۔

اور دوسرے مقام پر کفارہ ادا کرنے کے بعد بھی گناہ کے باقی رہنے کا ذکر کرتے
ہوئے لکھتے ہیں:

و أمّا الْمَعْصِيَةُ فَمَوْقُوفَةٌ عَلَى التَّوْبَةِ أَوْ مَعْلُوقَةٌ بِالْمَشِيئَةِ وَ لَوْ
كُفِّرَتْ بِالْبَدَنَةِ (المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب
الجنایات، فصل فى حكم الجنایات فى طواف الزیارة، ص ۳۸۲)

یعنی، مگر گناہ تو وہ توبہ پر موقوف ہے یا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر معلق ہے
اگرچہ بدنہ کے ساتھ کفارہ دے دے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

لَكِنَّ الْعَامِلَ آثَمَ (لُبابُ الْمَنَاسِكِ مع شرحه للقارى، باب فرائض الحج،
فصل فى واجباته، ص ۸۰)

یعنی، لیکن قصد ترک کرنے والا گنہگار ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی نے لکھا کہ اگر قصد ترک واجب پایا گیا تو گناہ لازم آئے
گا چنانچہ لکھتے ہیں کہ

حكم واجبات آتست کہ اگر ترک کر دیکے از آنہا صحیح باشد حج او لازم آید
بروئے دم یا صدقہ برابرست ترک کردہ باشد آن را عمد یا سهواً یا نسیاناً یا
خطأ یا جهلاً لیکن چون ترک کرد بطریق تعمد آثم باشد اگرچہ دم دہد و مرتفع

نگرد آں اثم بغیر توبہ (حیات القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرسالة،

فصل سیوم، در بیان فرائض و واجبات الخ، ص ۴۴)

یعنی، واجبات کا حکم یہ ہے کہ اُن میں سے اگر کوئی ایک چھوڑ دیا تو حج صحیح ہو جائے گا اور (چند واجبات کے علاوہ باقی تمام کے ترک کرنے کی صورت) اُس پر دم یا صدقہ لازم آئے گا برابر ہے کہ اُس نے عمد یا سہواً یا نسیاناً یا خطاً یا جہلاً اُسے ترک کیا ہو لیکن عمداً چھوڑا ہے تو گنہگار ہے اگرچہ دم دے دے اور اس کا گناہ بغیر توبہ کے نہ اُٹھے گا۔

لہذا واجب کسی طرح بھی ترک ہو چاہئے کہ توبہ کر لے کہ اسی میں احتیاط ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۳ ذوالحجۃ ۱۴۲۹ھ، ۱ دسمبر ۲۰۰۸ م 668-F

بے وضو یا حالت جنابت میں طواف زیارت یا وداع کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص اگر بے وضو طواف زیارت کر لے پھر طواف وداع با وضو کرے یا طواف زیارت بے وضو کرے اور طواف وداع غسل کی حالت میں کرے تو دونوں صورتوں میں اُس پر کیا لازم ہوگا؟ (السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: جس نے طواف زیارت بے وضو کیا اور طواف وداع با وضو کیا اس نے طواف وداع اگر بارہ ذوالحجہ کو غروب آفتاب سے قبل ادا کیا تو اُس کا دوسرا طواف طواف زیارت ہوگا پھر اُس کے بعد اگر کوئی اور طواف کر لیتا ہے تو وہ طواف وداع ہو جائے گا اور اگر نہیں کرتا اور مکہ مکرمہ چلا جاتا ہے تو اُسے ایک دم لازم آئے گا کیونکہ جسے وہ طواف وداع سمجھ رہا ہے وہ تو طواف زیارت ہو گیا اور وہ بغیر طواف وداع کئے چلا گیا اور طواف وداع آفاقی کے لئے واجب ہے جیسا کہ حافظ ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد

نفسی خفی متوفی ۱۰۷۱ھ لکھتے ہیں:

فَطَفٌ لِلصَّدر سبعة أشواطٍ و هو واجبٌ إلَّا على أهلِ مَكَّةَ (کنز

الدقائق، کتاب الحج، باب الإحرام، ص ۲۸، مطبوعہ: المكتبة العصرية،

بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۵م)

یعنی، پس سات چکر طواف کرا اور وہ واجب ہے سوائے اہل مکہ کے۔

اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

فإنه من الواجبات بلا خلفٍ (المسلك المتقسط في المنسك

المتوسط، باب الجنایات، فصل و لو طاف للزيارة جنباً، ص ۳۸۶)

یعنی، پس طواف وداع بلا خلاف واجبات (حج) سے ہے۔

لہذا جب وہ طواف وداع کئے بغیر چلا گیا تو ترک واجب لازم آیا اور ترک واجب پر

دم لازم آتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی خفی متوفی ۹۹۳ھ اور اُن کے

حوالے سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی خفی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں کہ:

وإن طَافَ لِلزَّيَارَةِ مُحَدِّثًا و لِلصَّدر طاهرًا، فإنَّ حَصَلَ الصَّدرُ

فِي أَيَّامِ النَّحر انتَقَلَ إِلَى الزَّيَارَةِ، ثُمَّ إنَّ طَافَ لِلصَّدر ثَانِيًا فَلَا

شَيْءَ عَلَيْهِ، و إلَّا فَعَلِيهِ دَمٌ لِتَرْكِهِ (لباب المناسك مع شرحه للقاري،

باب الجنایات، فصل: و لو طاف للزيارة جنباً، ص ۳۸۶، مطبوعہ: دار

الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م) (رد المحتار علی

الدَّر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: إن لم يُعده،

۶۶۲/۳، مطبوعہ: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م)

یعنی، اگر طواف زیارت بے وضو کیا اور طواف وداع پاکی کی حالت

میں، پس اگر طواف وداع ایام نحر میں کیا تو یہ طواف طواف زیارت کی

طرف منتقل ہو جائے گا، پھر اگر طواف وداع دوبارہ کر لیا تو اُس پر کچھ

نہیں ورنہ اُس پر طواف وداع چھوڑنے کی وجہ سے دَم ہے (کہ وہ طواف وداع کئے بغیر چلا گیا)

اُس نے اگر کوئی نفل طواف کر لیا تو وہ نفل طواف وداع ہو جائے گا اور اُس پر کوئی دَم لازم نہ ہوگا چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

كذا لو طاف طواف النفل (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل لو طاف للزيارة جنبا، ص ۳۸۶، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م)

یعنی، اس طرح اگر کوئی نفل طواف کر لیا (تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا)۔

اور اگر اس نے طواف وداع ایام نحر یعنی بارہ کے غروب آفتاب کے بعد کیا تو یہ طواف طواف زیارت کی طرف منتقل نہ ہوگا اب اُس پر بے وضو طواف زیارت کرنے کی وجہ سے دَم لازم رہے گا چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ شامی نقل کرتے ہیں کہ:

و إن حصلَ بعدَ أيامِ النحرِ لا يبتقلُ، و عليه دَمٌ لطوافِ الزيارة مُحدثاً (بُاب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنایات، فصل: و لو طاف للزيارة جنبا، ص ۳۸۶، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م) (رَدُّ المحتار على الدرِّ المختار، كتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: إن لم يُعده، ۶۶۲/۳، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م)

یعنی، اور اگر طواف وداع ایام نحر گزرنے کے بعد کیا تو طواف وداع طواف زیارت کی طرف منتقل نہیں ہوگا تو اُس پر بے وضو طواف زیارت کرنے کی وجہ سے دَم لازم ہوگا۔

اور سوال کی دوسری صورت میں جب اُس نے طواف زیارت بے وضو کیا اور طواف وداع حالت جنابت میں، تو اُس پر دو دَم لازم آئیں گے ایک بے وضو طواف زیارت کرنے

پر، دوسرا طواف وداع حالت جنابت میں کرنے پر، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ شامی نقل کرتے ہیں کہ:

و لو طاف للزيارة مُحدثاً و للصدرِ جنبا فعليه دَمَانِ (باب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنایات، فصل: و لو طاف للزيارة جنبا، ص ۳۸۶، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م) (رَدُّ المحتار على الدرِّ المختار، كتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: إن لم يُعده، ۶۶۲/۳، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م)

یعنی، اور اگر بے وضو طواف زیارت کیا اور طواف وداع حالت جنابت میں کیا تو اس پر دو دَم لازم ہیں۔

اس دوسری صورت میں حالت جنابت میں طواف وداع کرنے کے بعد اگر اس کا اعادہ کر لے تو دوسرا دَم جو طواف وداع حالت جنابت میں کرنے پر لازم آیا وہ ساقط ہو جائے گا اگرچہ اُس نے اس کے بعد نفل کی نیت سے ہی طواف کیا تو اُس طواف کا اعادہ ہو جائے گا جو اُس نے حالت جنابت میں کیا تھا اور یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک وہ مکہ مکرمہ میں ہے اگر اعادہ کئے بغیر چلا گیا اور میقات سے نکل گیا تو اب دوسرا دَم متعین ہو گیا کہ اب طواف وداع کے اعادہ کا وقت جاتا رہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱۸ ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۱۶ دسمبر ۲۰۰۸ م 496-F

طہر متخلل میں کئے گئے نفلی طوافوں کا حکم

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو ماہواری آئی اور چند دن کے بعد بند ہو گئی اور اُس نے غسل کے بعد نماز شروع کر دی

اور طواف بھی کئے ایک آدھ دن گزرنے کے بعد دس دن کے اندر اُسے دوبارہ ماہواری شروع ہوگئی تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

(السائل: بشکیل علی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: ماہواری کی کم از کم مدت تین دن تین راتیں ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس راتیں ہیں چنانچہ علامہ علاؤ الدین ہسکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

أَقْلَهُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَلَيَالِيهَا الثَّلَاثُ وَ أَكْثَرُ عَشْرَةِ بَعِشْرٍ لَيَالٍ كَذَا رَوَاهُ

”الذَّارِ قَطْنِي“ (سُنَنُ الذَّارِ قَطْنِي، كِتَابُ الْحَيْضِ، بِرَقْم: ۷۹۷، ۷۹۸،

۷۹۹، ۲۱۷/۲، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى

۱۴۱۷ھ- ۱۹۹۶م) وغيره ملخصاً (الذَّرُ الْمُخْتَارُ، كِتَابُ الطَّهَّارَةِ، بَابُ

الْحَيْضِ، ص ۴۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى

۱۴۲۳ھ- ۲۰۰۲م)

یعنی، اُس کے کم از کم تین دن ساتھ تین راتوں کے اور اس کے زیادہ سے زیادہ دس دن ساتھ دس راتوں کے ہیں، اسی طرح ”دارقطنی“ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اور عورت عادت کے ایام میں جو بھی دیکھے گی وہ ماہواری میں شمار ہوگی سوائے خالص سفیدی کے اگرچہ اس مدت میں کبھی خون آئے اور کبھی نہ آئے پوری مدت ماہواری ہی شمار کی جائے گی کیونکہ اول اور آخر کو دیکھا جائے گا، مدت معتاد کے اندر ابتداء میں بھی ماہواری اور آخر میں ماہواری بیچ میں چاہے ماہواری نہ ہو گُل مدت ماہواری کہلائے گی اور مدت کے اندر کہ جس کے دونوں جانب ماہواری ہو بیچ کے خالی ایام کو طہر متخلل کہتے ہیں چنانچہ علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی لکھتے ہیں:

وَمَا تَرَاهُ فِي مَدَّتِهِ الْمَعْتَادَةِ سِوَى بَيَاضٍ خَالِصٍ وَ لَوْ الْمَرْتِي

طَهراً مُتَخِلِّلاً بَيْنَ الدَّمَيْنِ فِيهَا حَيْضٌ لِأَنَّ الْعِبْرَةَ لِأَوَّلِهِ وَ آخِرِهِ وَ

عَلَيْهِ الْمُتَوَلُّ (الذَّرُ الْمُخْتَارُ، كِتَابُ الطَّهَّارَةِ، بَابُ الْحَيْضِ، ص ۴۴)

یعنی، اور عورت عادت کے دنوں میں سوائے خالص سفیدی کے جو دیکھے گی (وہ ماہواری میں شمار ہوگا) اگرچہ اس مدت میں دو خونوں کے درمیان طہر متخلل ہو حیض ہے، اس لئے کہ اعتبار اول اور آخر کا ہوتا ہے اور اسی پر متون (فقہ متفق) ہیں۔

لہذا مدت معتاد میں اول اور آخر کا اعتبار کرتے ہوئے گُل مدت کہ جس میں ماہواری جاری تھی اور بیچ کا وہ زمانہ کہ جس میں ماہواری رُک رہی سب ماہواری قرار پائی بشرطیکہ ماہواری دوبار آ کر دس دن کے اندر ختم ہوگئی ہو تو اس صورت میں اُس عورت کا طواف حالت ماہواری میں واقع ہوگا، لہذا جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اُن سب کا اعادہ کر لے۔

اور اعادہ نہیں کرتی اور مکہ سے اپنے وطن کو چلی گئی تو دم لازم ہوگا کیونکہ ماہواری جنابت کی مثل ہے (جیسا کہ علامہ ابو منصور کرمانی حنفی نے ”المسالك المناسك“ (فصل فی كفارة الجنابة فی الطواف، ۷۸۵/۲) میں لکھا ہے) یعنی جو حکم حالت جنابت میں طواف کرنے کا ہے وہی حکم حالت ماہواری میں طواف کا ہے اور پھر نفلی طواف کا ان معاملات میں وہی حکم ہے جو واجب طواف کا ہے کیونکہ نفل شروع کرنے سے قبل نفل ہوتا ہے جب شروع کر دیا تو واجب ہو گیا جیسا کہ ”در مختار“ (الذَّرُ الْمُخْتَارُ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَابَاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: أَوْ طَافَ لِلْقُدُومِ، ص ۱۶۷) میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ہر طواف میں نجاست حکمیہ سے پاکیزگی واجب ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ طواف کے واجبات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یکے طہارت بدن از نجاست حکمیہ، برابر است طواف فرض باشد یا غیر

آن (حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دویم، فصل دویم، ص ۱۱۸،

مطبوعة: إدارة المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، طواف کا پہلا واجب بدن کا نجاست حکمیہ سے پاک ہونا ہے،

برابر ہے کہ طواف فرض ہو یا غیر فرض (جیسے واجب، سنت اور نفل)۔

اس لئے حالتِ جنابت یا ماہواری میں طواف کرنے سے اعادہ لازم آتا ہے اعادہ نہ کرے تو دم چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أَنَّ الْحَكَمَ كَذَلِكَ فِي كُلِّ طَوَافٍ هُوَ تَطَوُّعٌ، فَيَجِبُ الدَّمُ لَوْ طَافَهُ جَنْبًا، وَ الصَّدَقَةُ لَوْ مُحْدِثًا كَمَا فِي "الشَّرْئِيعَةِ" عَنْ "الزَّيْلَعِيِّ" (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الدَّرِّ الْمُخْتَارِ، بَابُ الْجَنَابَاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ:

لَوْ جُوبَهُ بِالشَّرْعِ الْخ، ۳/۶۶۱، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م)

یعنی، اسی طرح حکم ہر طواف میں ہے جو نفلی ہو، پس اگر حالتِ جنابت (یا حالتِ ماہواری) میں طواف کیا تو دم واجب ہے اور بے وضو کیا تو

صدقہ جیسا کہ "شربلالیہ" (غنیۃ ذوی الأحکام فی بغیۃ دُرَرِ الحُکَامِ،

کتاب الحج، باب الجنایات، ۱/۲۴۲، مطبوعة: مطبعة أحمد کامل الکائنة

فی دار السَّعَادَةِ، ۱۳۲۹ھ) میں "زیلعی" (تبيين الحقائق، کتاب الحج، باب

الجنایات، ۲/۳۶۹، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى

۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م) کے حوالے سے ہے۔

اور ماہواری کی حالت میں حالتِ جنابت میں اور بے وضو طواف کرنا گناہ ہے اور نفلی کام کا حکم یہ ہے کہ کرے تو ثواب، نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں، اس لئے عورتوں کو چاہئے کہ ایسے حالات میں احتیاط سے کام لیں۔

اور اگر ماہواری کے ایام میں دوسری بار شروع ہونے والا خون دس دن سے زائد ہو جائے تو پھر پہلی بار ماہواری آئی ہے تو دس دن تک ماہواری اور زائد استحاضہ کہلاتا ہے، چنانچہ امام شمس الدین احمد بن سلیمان ابن کمال باشا حنفی متوفی ۹۴۰ھ لکھتے ہیں:

الْمَبْتَدَأَةُ بَلَغَتْ مُسْتَحَاضَةً، فَحَيْضُهَا مِنْ كُلِّ شَهْرٍ عَشْرَةَ أَيَّامٍ وَ

مَا زَادَ عَلَيْهَا اسْتِحَاضَةٌ (الإيضاح فی شرح الإصحاح، کتاب الطَّهَارَاتِ،

باب الحيض، ۱/۷۴، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى

۱۴۲۸ھ - ۲۰۰۷م)

یعنی، مبتدئہ حالتِ استحاضہ میں بالغ ہوئی تو اُس کی ماہواری ہر ماہ کے دس دن ہیں اور جو اُن پر زائد ہو وہ استحاضہ ہے۔

اور اگر پہلی بار نہیں آئی تو عادت کے دنوں سے زائد جتنے دن خون آیا وہ استحاضہ قرار پائے گا، چنانچہ علامہ ابن کمال باشا حنفی لکھتے ہیں:

إِذَا كَانَتْ لَهَا عَادَةٌ فِي الْحَيْضِ، فَرَضْنَاهَا سَبْعَةً فَرَأَتْ الدَّمَ أَثْنَى

عَشَرَ يَوْمًا، فَخَمْسَةُ أَيَّامٍ بَعْدَ السَّبْعَةِ اسْتِحَاضَةٌ (الإيضاح فی شرح

الإصحاح، کتاب الطَّهَارَاتِ، باب الحيض، ۱/۷۴، ۷۵، مطبوعة: دار الكتب

العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۸ھ - ۲۰۰۷م)

یعنی، جب اُس کی حیض میں عادت ہے اور ہم فرض کریں کہ عادت

سات دن ہے پھر اُس نے بارہ دن حیض دیکھا تو سات کے بعد جو پانچ

دن ہیں وہ استحاضہ ہے۔

اور استحاضہ کا حکم دائمی نکسیر وغیرہ کی مثل ہے کہ جس میں نماز، روزہ، طواف وغیرہ کچھ

بھی ممنوع نہیں ہے، چنانچہ علامہ سید احمد بن محمد بن احمد طحاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

و لَا تُمْنَعُ عَنِ الطَّوَافِ إِذَا أَمِنَتْ مِنَ اللَّوْثِ "قَهْطَانِي" عَنْ

"الْخَزَّانَةَ" (حَاشِيَةُ الطَّحْطَاوِيِّ عَلَى الدَّرِّ الْمُخْتَارِ، كِتَابُ الطَّهَارَةِ، بَابُ

الحيض، تحت قوله: لَا يَمْنَعُ صَوْمًا إلخ، ۱/۱۵۲، مطبوعة: دار المعرفة،

بيروت ۱۳۹۵ھ - ۱۹۷۵م)

یعنی، عورت کو طواف سے نہیں روکا جائے گا، جب وہ مسجد کے آلودہ

ہونے سے امن رکھتی ہو۔ (جیسا کہ) "قہستانی" (جامع الرموز، کتاب

الطَّهَارَت، باب الحيض، ٥٧/١، مطبوعة: ايج ايم سعيد كمبني، كراتشي)

(میں) ”خزانہ“ (کے حوالے سے) مذکور ہے۔

لہذا اگر دوسری صورت ہو تو کچھ بھی لازم نہیں ہوگا نہ اعادہ اور نہ کفارہ، اس صورت میں شرع کا ایک ہی حکم ہے وہ یہ کہ مسجد کو آلودہ ہونے سے بچانا، تو اس کے لئے مستحاضہ کو احتیاطی تدابیر اختیار کرنا لازم ہوں گی کہ جن سے مسجد آلودہ ہونے سے محفوظ رہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأحد، ١٦ ذو الحجة ١٤٢٩ھ، ١٤ دسمبر ٢٠٠٨م 494-F

طواف میں نجاست حقیقیہ سے پاکیزگی حاصل کرنا

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بسا اوقات طواف کرنے والا بے خبر ہوتا ہے اور اُس کے جسم یا کپڑوں پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوتی ہے یعنی اس کے کپڑے یا بدن ناپاک ہوتا ہے اور وہ طواف کر لیتا ہے بعد میں اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے جسم یا کپڑوں پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوئی تھی جو ایک درہم کی مقدار سے زائد تھی، اس صورت میں اُس کے طواف کا کیا حکم ہوگا؟

(السائل: ریحان ابوبکر، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں طواف درست ہو جائے گا اور کچھ کفارہ بھی لازم نہیں آئے گا سوائے اس کے کہ اُس نے بُرا کیا کہ اُس کے بدن یا کپڑوں پر نجاست تھی اور اُس کے ساتھ طواف کر لیا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ٩٩٣ھ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٣ھ لکھتے ہیں:

لو طاف فرضاً أو واجباً أو نفلاً و عليه: أي على ثوبه أو بدنه نجاسة أكثر من قدر الدرهم كره: أي: لتركه السنة في مراعاة الطهارة و لا شيء عليه: أي: من الدم و الصدقة، و هذا قول

العامّة، و هو الموافق لما في ”ظاهر الرواية“ كما صرح في ”البدائع“ وغيره: أن الطهارة عن النجاسة ليس بواجب، فلا

يجب شيء لتركها سوى الإساءة

أما ما في ”منسك الفارسي“: يكره استعمال النجاسة أكثر من قدر الدرهم و الأقل لا يكره، فمحل بحث إذا الظاهر أنه يكره مطلقاً على تفاوت الكراهية بين كثرة النجاسة و القلة، و هذا لا يُنافي أن القدر القليل معفو (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنائيات، فصل و لو طاف الخ، ص ٣٩٢، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ - ١٩٩٨م)

یعنی، اگر فرض یا واجب یا نفلی طواف اس حال میں کیا کہ اُس کے کپڑے یا بدن پر ایک درہم کی مقدار سے زائد نجاست تھی تو مکروہ ہے یعنی طہارت کی رعایت میں سنت کو ترک کرنے کی وجہ سے (مکروہ ہے) اور اُس پر دم اور صدقہ سے کچھ لازم نہیں اور یہ عام فقہاء کا قول ہے اور یہی اُس کے موافق ہے جو ”ظاہر الروایۃ“ میں ہے جیسا کہ ”بدائع الصنائع“ (بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل فی شرط طواف الزیارة و واجباته، ٧١/٣، ٧٢، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨ھ - ١٩٩٧م) وغیرہ میں تصریح فرمائی کہ (طواف میں) نجاست سے پاکی واجب نہیں ہے لہذا اُس کے ترک پر سوائے اسائت کے کچھ لازم نہ ہوگا۔

مگر جو ”منسک فارسی“ میں ہے کہ ایک درہم کی مقدار سے زائد نجاست کا استعمال مکروہ ہے اور (اس سے) کم مکروہ نہیں ہے، پس (یہ قول) محل بحث ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ کثرت نجاست اور قلت نجاست کے مابین کراہت کے تفاوت پر مطلقاً مکروہ ہے اور یہ اس

کے منافی نہیں ہے کہ قلیل مقدار معاف ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اما طہارت بدن و ثياب ملبوس و مکان طواف از نجاست حقیقیہ پس آن واجب ست علی احد الروایتین و روایت دیگر آنست کہ طہارت از نجاست حقیقیہ سنت مؤکدہ است و علیہ اکثر العلماء (حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم در بیان طواف إلخ، فصل دویم در بیان شرائط صحۃ طواف، أما واجبات طواف، ص ۱۸)

یعنی، مگر بدن، پہنے ہوئے کپڑوں اور طواف کی جگہ کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا پس وہ دو روایات میں سے ایک روایت کے مطابق واجب ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا سنت مؤکدہ ہے اور اسی روایت پر اکثر علماء ہیں۔

اور سنن طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

طہارت بدن و ثياب ملبوسہ و مکان طواف از نجاست حقیقیہ کہ آن سنت است نزد اکثر و قلیل واجب است (حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم در بیان طواف إلخ، فصل دویم، أما سنن طواف إلخ، ص ۱۲۲)

یعنی، بدن، پہنے ہوئے کپڑوں اور مکان طواف کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا کہ اکثر کے نزدیک سنت ہے اور کہا گیا ہے کہ واجب ہے۔

اور جہاں اختلاف ہو وہاں اختلاف سے نکلنا مستحب ہوتا ہے اس لئے قلیل و کثیر کے فرق کے بغیر اس سے بچنا چاہئے پھر یہ ایک دینی امر ہے جس میں احتیاط کا دامن مضبوطی سے تھامنا چاہئے، چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

فإن الخروج عن الخلاف مستحب بالإجماع، و المسألة خلافية، و ترك المستحب مکروه تنزیہی لآئہ خلاف الأولى

و منافی للإحتیاط فی الدین (المسلك المتقسط فی المنسک

المتوسط، باب الجنایات، فصل: و لو طاف فرضاً إلخ، ص ۳۹۲)

یعنی، بے شک خلاف سے نکلنا بالا جماع مستحب ہے اور یہ مسئلہ خلافیہ ہے اور مستحب کا ترک مکروہ تنزیہی ہوتا ہے کیونکہ وہ خلاف اولیٰ اور دین میں احتیاط کے منافی ہے۔

اور یہاں احتیاط اس میں ہے کہ اگر ایسا واقعہ پیش آجائے تو اعادہ کر لے تاکہ خلاف سے نکل جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۵ ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۳ دسمبر ۲۰۰۸ م 488-F

طواف کرنے والے کے کپڑوں پر نجاست کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے ایک ساتھی نے طواف کیا اور اس کے کپڑوں پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوئی تھی مکمل کرنے کے بعد ہوٹل آکر اسے معلوم ہوا کہ اس کے کپڑوں پر ناپاک لگی ہوئی تھی اب اس کے لئے کیا حکم ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: طواف میں کپڑوں کا پاک ہونا واجب ہے یا سنت مؤکدہ اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، ایک روایت کے مطابق واجب ہے جب کہ دوسری روایت ہے کہ سنت مؤکدہ ہے اور اکثر علماء اسی پر ہیں کہ سنت مؤکدہ ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اما طہارت بدن و ثياب ملبوس و مکان طواف از نجاست حقیقیہ پس آن واجب است علی احد الروایتین و روایت دیگر آنست کہ طہارت از نجاست حقیقیہ سنت مؤکدہ است و علیہ اکثر العلماء، لہذا ذکر خواہم کرد

اور سُنَّ طواف (حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دوم در بیان شرائط صحۃ طواف، ص ۱۱۸، مطبوعہ: إدارة المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، مگر بدن، پہنے ہوئے کپڑوں اور مکان طواف کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا تو وہ ایک روایت کے مطابق واجب ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ نجاست حقیقیہ سے پاکیزگی سنت مؤکدہ ہے اور اسی روایت پر اکثر علماء ہیں، اسی لئے میں اسے سنن طواف میں ذکر کروں گا۔ اور اسی فصل میں سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ:

نہم طہارت بدن و ثياب ملبوسہ و مکان طواف از نجاست حقیقیہ کہ آن سنت است نزد اکثر، وقیل واجب است (حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دوم در بیان شرائط صحۃ طواف، ص ۱۲۲)

یعنی، طواف کی نویں سنت یہ ہے کہ بدن پہنے ہوئے کپڑوں اور مکان طواف کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا اکثر کے نزدیک سنت ہے اور کہا گیا کہ واجب ہے۔

اور سنت کا ترک اسابت ہے یعنی شرعاً ایسا کرنے والا بُرا کرتا ہے اور ترک سنت سے اجتناب کرنا چاہئے کہ محرومی کا سبب ہے اور اُس شخص پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ اور جب یہ مسئلہ اختلافی ہے تو افضل یہی ہے کہ اس طواف کا اعادہ کر لے کہ اسی میں احتیاط ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ، ۱۴ نومبر ۲۰۰۹ م 657-F

حلق یا تقصیر کے بغیر احرام کھولنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص عمرہ کر کے حلق یا بال کٹوائے بغیر احرام کھول دے اب کافی مہینوں بعد اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا ہے، اس کے لئے کیا کوئی کفارہ ہے؟ (صرف دم دینا ہے یا کوئی اور کفارہ) بال کٹوائے بغیر احرام کھول دینے سے کیا وہ احرام کی پابندیوں سے آزاد گیا؟

(السائل: محمد شاہد قادری رضوی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اگر ممنوعات احرام کا ارتکاب جیسے سِلے ہوئے کپڑے پہننا، سر اور منہ کو ڈھکنا اور خوشبو لگانا وغیرہا کا ارتکاب احرام سے نکلنے کے لئے اپنی جہالت کی بنا پر کیا ہے تو صرف ایک دم لازم ہوگا۔ اور اگر اُس نے ان ممنوعات احرام کا ارتکاب احرام سے باہر نکلنے کے لئے نہ کیا ہو تو حلق کروانے تک جتنے جرم اُس نے کئے اتنی ہی جزائیں اُس پر لازم آئیں گی، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متونی ۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

شرط خروج از احرام حج و عمرہ حلق رُبَّع سر یا قصر رُبَّع اوست در وقت حلق، پس اگر حلق و قصر نمود بیرون نیاید از احرام اگرچہ بگذرد بروئے سالہائے بسیار، و ہر بارے کہ ارتکاب کند محظورے را لازم می شود بروئے جزائے علیحدہ مگر آنکہ ارتکاب محظورات متعدد بنیت ترک احرام بودہ باشد کہ آنگاہ جزاء واحد لازم آید کماسیاتی قریباً (حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دہم در کیفیت خروج از احرام، ص ۱۰۲)

یعنی، حج و عمرہ سے نکلنے کی شرط حلق کے (مقررہ) وقت میں چوتھائی سر کا منڈوانا یا چوتھائی سر کا قصر کروانا ہے، اگر کسی نے نہ سر منڈوایا اور نہ قصر کروایا تو احرام سے باہر نہیں نکلے گا، چاہے اُسے بے شمار سال گزر جائیں۔ اس دوران ہر بار جب وہ ممنوع احرام کا ارتکاب کرے گا

اُسے علیحدہ جزاء لازم ہوگی جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔
اور لکھتے ہیں:

آنچه گفتیم که شرط است وقوع حلق یا قصر در وقت او پس بدانکه ابتداء وقت حلق درج از طلوع فجر و زخست و در عمره بعد از اتیان اکثر طواف است، لیکن آخر ندارد در حق صحت بلکه جمیع عمر وقت اوست هر وقتی که حلق نماید از احرام بیرون آید اگر چه واجب است وقوع حلق حج در ایام نحر بعد از رمی جمره عقبه، و واجب است وقوع حلق عمره بعد از سعی بین الصفا و المروة در عمره (حیات القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول در بیان

احرام، فصل دهم در کیفیت خروج از احرام، ص ۱۰۲)

یعنی، ہم نے حلق یا قصر کے وقت مقررہ میں ہونے کی جو شرط بیان کی ہے تو جاننا چاہئے کہ حلق کا وقت حج کے لئے پس ذوالحجہ کی صبح صادق سے اور عمرہ کے لئے طواف کے اکثر (یعنی، چار) چکر کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے لیکن حلق و قصر صحیح ہونے کا آخری کوئی وقت مقرر نہیں، ساری عمر اُس کا وقت ہے جب بھی سر منڈائے گا یا قصر کرائے گا احرام سے باہر ہو جائے گا۔ اگر چہ حج میں رمی جمرہ عقبہ کے بعد ایام نحر میں حلق کرالینا واجب ہے اور عمرہ میں سعی کے بعد واجب ہے۔

اور وہ احرام توڑنے کی نیت کر لے تب بھی حُرَم ہی رہے گا احرام سے باہر نہیں نکلے گا اُس پر ممنوعات احرام کا ارتکاب حرام رہے گا اگر چہ اُس کی رفض احرام کی نیت نے اُس پر سے ضمان کو اٹھادیا کہ متعدد جزائیں اُس پر لازم نہ آئیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

پس چنین خارج نگردد بہ نیت رفض و احلال و واجب آید بر این شخص دم واحد برائے جمیع آنچه ارتکاب کرد هر چند که ارتکاب کرد جمیع محظورات راد و متعدد نشود بروے جزاء بہ تعدد جنایات چون نیت کرده است رفض

احرام رازیرانکہ او ارتکاب نموده است محظورات را بتاویل اگر چه فاسد است، معتبر باشد در رفع ضمانات دینویہ، پس گویا کہ موجود شدند این همه محظورات از جہت واحدہ بسی واحد، پس متعدد نگردد جزاء بروی این مذہب ماست، و امام نزد شافعی پس لازم آید بروی برائے ہر محظورے علیحدہ جزاء (حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل

دہم در کیفیت خروج از احرام، ص ۱۰۳)

یعنی، اس طرح احرام توڑنے اور حلال ہونے کی نیت سے بھی احرام سے خارج نہ ہوگا اور اس شخص پر تمام ممنوعات کے ارتکاب کا ایک ہی دم واجب ہوگا، چاہے تمام ممنوعات کا مرتکب ہوا ہو، اور جب اُس نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تو متعدد جنایات پر متعدد جزائیں اس لئے واجب نہ ہوں گی کہ ان ممنوعات کا ارتکاب اُس نے اس تاویل سے کیا ہے (وہ تاویل یہ ہے کہ میں نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تھی اس لئے یہ ممنوعات میرے لئے ممنوع نہ رہے)۔ اور تاویل گو کہ فاسد ہے مگر وہ دینی ضمانتوں کے اٹھ جانے کے بارے میں معتبر ہوگی، پس گویا کہ یہ تمام ممنوعات ایک ہی جہت سے ایک ہی سبب کے باعث واقع ہوئے اس لئے جزائیں بھی اُس پر متعدد واجب نہ ہوں گی یہ ہمارا مذہب ہے، مگر امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ہر ممنوع پر جزاء علیحدہ ہوگی۔

اور ہمارے اور امام شافعی کے مابین یہ اختلاف تب ہے جب اس نے احرام توڑنے کے ارادے سے ایسا کیا اور جہالت کی بناء پر سمجھ لیا کہ اب میں احرام سے باہر ہو گیا ورنہ ہر جنایت پر الگ جزا لازم ہوگی چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

و این اختلاف وقتی ست کہ شخص مذکور کہ نیت رفض احرام کرده است گمان می برد بسبب جہل خود کہ او خارج گشته است از احرام بسبب این قصد،

امّا کسی کہ می داند کہ خارج نشدہ ام من از احرام بسبب این قصد معتبر نباشد از وی قصد رخص و متعدد گردد جزاء بروی بہ تعدد جنایات اتفاقاً بینا و بین الشافعی، چنانکہ متعددی گردد اتفاقاً بر شخص کہ قصد نہ کردہ است رخص را اصلاً (حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دهم در کیفیت خروج از احرام، ص ۱۰۳-۱۰۴)

یعنی، یہ اختلاف بھی اُس وقت ہے جب اُس شخص نے (ان ممنوعات کے ارتکاب میں) احرام توڑنے کی نیت کی ہو اور اپنی جہالت سے سمجھ لیا ہو کہ اس نیت سے وہ احرام سے نکل گیا، لیکن اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ میں اس نیت کر لینے سے احرام سے نہیں نکلا ہوں تو ایسے شخص سے احرام توڑنے کی نیت معتبر نہیں ہوگی۔ اس پر ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک بالاتفاق ہر جنایت پر علیحدہ جزاء واجب ہوگی جیسا کہ باتفاق احناف و شوافع اُس شخص پر (جزائیں) متعدد ہوں گی جس نے احرام توڑنے کی سرے سے نیت ہی نہ کی ہو۔

لہذا مذکور شخص اگر یہ جانتا تھا کہ میں اس طرح سے احرام سے نہیں نکلوں گا یا اُسے یہ بتایا گیا تھا تو دیکھنا ہوگا کہ سعی عمرہ کے بعد اُس نے کن کن ممنوعات احرام کا ارتکاب کیا ہے تو جتنی اُس نے جنایتیں کی ہوں گی تو اُن جنایتوں کے مطابق اتنی ہی جزاؤں کا حکم دیا جائے گا۔

اور یاد رہے کہ مذکورہ مسئلہ میں اُسے حلق یا قصر بہر صورت کروانا ہوگا اگرچہ کتنا عرصہ کیوں نہ گزر گیا ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر حُرّم بعد از احرام قصد کرد رخص احرام را پس ارتکاب کردن گرفت محظورات احرام را چنانکہ ارتکاب کند آنہا را شخص غیر حُرّم از بس خبط و تطیب و حلق و جماع و قتل و صید و امثال آن، پس بیرون نمی آید این شخص

بارتکاب این چیز ہا از احرام بالا جماع (حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول، فصل دهم در بیان کیفیت خروج از احرام، تنبیہ حسن، ص ۱۰۳، مطبوعة: ادارة المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، اگر حُرّم نے احرام توڑنے کا ارادہ کر لیا اور اُس نے اس ارادے سے ایسے ممنوعات احرام کا ارتکاب کرنا شروع کر دیا جیسے غیر حُرّم کرتا ہے جیسا کہ سلعے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، سرمنڈوانا، جماع کرنا اور شکار کو قتل کرنا وغیرہا، تو ان افعال کے کرنے کے باوجود وہ باجماع علماء کرام احرام سے نہ نکلے گا۔

اس صورت میں دم تو ایک لازم آیا مگر ارتکاب حرام کی بنا پر لازم آنے والے گناہ سے توبہ بھی لازم ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الخميس، ۱۵ ربيع الثاني ۱۴۳۱ھ، ۱ إبریل ۲۰۱۰م 593-F

عمرہ میں حلق سے قبل مونچھیں منڈوانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ایک حاجی صاحب جو آج ہی پاکستان سے تشریف لائے تھے عمرہ کا طواف کر کے سعی کی اور حلق سے قبل اپنی مونچھیں منڈوا دیں بعد میں حلق کروایا اب اس صورت میں اُس پر کیا لازم ہوگا۔

(السائل: محمد رضوان بکالی، بلیک ج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: عمرہ کرنے والا افعال عمرہ ادا کرنے کے بعد جب تک حلق یا قصر نہیں کروا لیتا احرام میں ہی رہتا ہے اور اُس شخص نے احرام سے نکلنے سے قبل مونچھیں منڈوا دیں تو یہ احرام پر جنایت قرار پائی اور مونچھیں داڑھی کے ساتھ شار

ہوتی ہیں چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و اللَّحِيۃُ مَعَ الشَّارِبِ عَضُوًّا وَاحِدًا۔ ”فتح“ (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الدَّرِّ الْمُخْتَارِ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَائِیَاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: أَوْ حَلَقَ رُبْعَ رَأْسِهِ، ۶۵۹/۳)

یعنی، داڑھی مونچھوں کے ساتھ ایک عضو ہے۔ ”فتح القدیر“ (فتح القدیر، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَائِیَاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: فَعَلِيهِ طَعَامٌ هُوَ حُكُومَةُ عَدَلٍ، ۴۴۶/۲، وَ فِيهِ: وَ هُوَ مَعَ اللَّحِيۃِ كَعَضُوٍّ وَاحِدٍ)

اور داڑھی کم از کم چوتھائی منڈوانے پر دم اور اس سے کم میں صدقہ ہے لازم ہوتا ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

وَ إِذَا حَلَقَ رُبْعَ لَحِيَّتِهِ فَصَاعِدًا فَعَلِيهِ دَمٌ وَ إِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنَ الرَّبْعِ فَصَدَقَةٌ كَذَا فِي ”السَّرَاجِ وَ الْوَهَّاجِ“ (الْفَتَاوَى الْهِنْدِيَّةُ، كِتَابُ الْمَنَاسِكِ، الْبَابُ الثَّامِنُ فِي الْجَنَائِیَاتِ، الْفَصْلُ الثَّالِثُ فِي حَلَقِ الشَّعْرِ وَ قَلَمِ الْأُظْفَارِ، ۲۴۳/۱، مَطْبُوعَةٌ: دَارُ الْمَعْرِفَةِ، بَیْرُوتُ، الطَّبْعَةُ الثَّالِثَةُ ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳م)

یعنی، جب اپنی داڑھی کے چوتھائی، پس زیادہ کا حلق کیا تو اس پر دم ہے اور اگر چوتھائی سے کم ہے تو صدقہ ہے اسی طرح ”السَّرَاجِ الْوَهَّاجِ“ میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں کہ:

سریا داڑھی کے چہارم بال یا زیادہ کسی طرح دُور کئے تو دم ہے اور کم میں صدقہ الخ (بہار شریعت، حصہ ششم، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، ص ۱۰۴/۱)

اور ظاہر ہے کہ صرف مونچھیں داڑھی کا چوتھائی نہیں اس لئے مونچھوں میں صرف صدقہ

لازم آئے گا چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنَّه تَبَعٌ لِلْحِيۃِ، وَ لَا يَبْلُغُ رُبْعَهَا، وَ الْقَوْلُ لَوْ جَوَّبَ الصَّدَقَةَ فِيهِ هُوَ الْمَذْهَبُ الْمَصَحَّحُ (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الدَّرِّ الْمُخْتَارِ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَائِیَاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: أَوْ حَلَقَ شَارِبَهُ، ۶۶۹/۳، مَطْبُوعَةٌ: دَارُ الْمَعْرِفَةِ، بَیْرُوتُ)

یعنی، کیونکہ مونچھ داڑھی کے تابع ہے اور داڑھی کے چوتھائی حصے کو نہیں پہنچتی اور اس میں صدقہ واجب ہونے کا قول صحیح مذہب ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی لکھتے ہیں:

مونچھ اگر پوری منڈوائے یا کتروائے صدقہ ہے۔ (بہار شریعت، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، ۱۰۵/۱)

لہذا صورتِ مسئلہ میں یہ شخص ایک صدقہ دے گا اور صدقہ سے مراد صدقہ فطر ہے چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

تَصَدَّقْ بِنَصْفِ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ كَالْفِطْرَةِ (الدَّرُّ الْمُخْتَارُ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَائِیَاتِ، ص ۱۶۷، مَطْبُوعَةٌ: دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّةِ، بَیْرُوتُ، الطَّبْعَةُ الْأُولَى ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م)

یعنی، صدقہ دے آدھا صاع گندم مثل فطرانے کے۔

اور حج میں صدقہ کو صدقہ فطر کے ساتھ مشابہت مقدار میں ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

”الظَّاهِرُ أَنَّ التَّشْبِيهَ إِنَّمَا هُوَ فِي الْمَقْدُورِ لَا غَيْرَ (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الدَّرِّ الْمُخْتَارِ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَائِیَاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: كَالْفِطْرَةِ لَا يَجْزِيهِ، ۶۸۲/۳)

یعنی، ظاہر ہے کہ تشبیہ صرف مقدار میں ہے نہ کہ اس کے غیر میں۔

اور نصف صاع گندم سیر کے پیمانے کے مطابق تقریباً سوا دو سیر (دو کلو پیتالیس گرام تقریباً) ہے۔

اور فقہاء کرام کا صدقہ کے ساتھ آدھا صاع گندم لکھنا اتفاقی ہے ورنہ صدقہ فطر جو، کھجور، اور کشمش یا منقہ سے بھی ادا کیا جاسکتا ہے، ہاں ان چیزوں سے اگر دے گا تو ایک صاع دے گا گندم سے دے گا تو آدھا صاع دے گا، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

إِنَّ التَّقْيِيدَ بِنَصْفِ الصَّاعِ مِنَ التَّمْرِ أَوْ الشَّعِيرِ (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الدَّرِّ الْمَخْتَارِ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَائِزَاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: كَالْفِطْرَةِ، ٦٧١/٣،

مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠-٢٠٠٠م)

یعنی، بے شک گندم کے نصف صاع کی قید اتفاقی ہے پس کھجور یا جو کا ایک صاع دینا جائز ہے۔

کھجور اور جو سے ایک صاع صدقہ فطر دینے کا ذکر حدیث شریف میں بھی ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

”فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّاسَ زَكَاةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ۔ الْحَدِيثُ (مشكل الآثار، باب (٥٤٣) بيان مشكل ما روى عن رسول الله ﷺ في صدقة الفطر إلخ، برقم: ٣٧٥١، ٢/٤٠٤/٢٤٠)

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے لوگوں پر رمضان کا صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو مقرر فرمایا۔ الخ

اور فقہاء کرام بعض جگہ نصف صاع گندم کے ساتھ ایک صاع کھجور اور جو کا بھی ذکر فرمایا، چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد غزالی تمرناشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

نَصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ (تنوير الأبصار مع شرحه للحصكفي، كتاب الحج، باب الجنائيات، ص ١٦٨، مطبوعة: دار

الكتب العلمية، بيروت ١٤٢٣-٢٠٠٢م)

یعنی، نصف صاع گندم یا ایک کھجور یا جو (مثل فطرانے کے)۔

اور صدقہ حرم میں دینا لازم نہیں بلکہ افضل ہے، اور اس شخص پر اس گناہ سے توبہ لازم ہے کیونکہ گناہ کی معافی بغیر سچی توبہ کے نہیں ہوتی اور ہمارے دیگر فتاویٰ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الثلاثاء، ٢٠ ذو القعدة ١٤٢٩ھ، ١٨ نوفمبر ٢٠٠٨م 473-F

ایک عمرہ کے حلق سے قبل دوسرے عمرہ کا احرام

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پاکستان سے آیا اس نے عمرہ ادا کیا اور حلق نہ کروایا پھر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور عمرہ ادا کیا تو کسی نے بتایا کہ حلق کرنا، احرام سے نکلنے کے لئے ضروری ہے تو اُس نے حلق کروالیا، اب وہ عمرہ جو پہلے کیا جس میں حلق نہ کرایا تھا اس کا کیا ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: عمرہ کے دو واجبات ہیں ایک سعی اور دوسرا حلق یا تقصیر، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و واجباته السَّعْيُ وَ الْحَلْقُ أَوْ التَّقْصِيرُ (أَبَابُ الْمَنَاسِكِ مَعَ شَرْحِهِ

لِلقَارِي، بَابُ الْعِمْرَةِ، ص ٥٠٩)

یعنی، اور عمرہ کے واجبات سعی اور حلق یا تقصیر میں۔

جب اُس نے حلق نہ کروایا تو واجب ترک کر دیا اور جب دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو عمرہ کے دو احراموں کے مابین جمع لازم آگیا اب چونکہ وہ پہلے عمرہ کا طواف اور سعی کر چکا ہے تو دوسرے عمرہ کا احرام باقی رکھے گا اور اس پر دم لازم آئے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن

قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو طَافَ وَ سَعَى لِلْأُولَى وَ لَمْ يَبْقَ عَلَيْهِ إِلَّا الْحَلْقُ، فَأَهْلٌ
بِأُخْرَى لِرِمْتِهِ وَ لَا يَرْفُضُهَا وَ عَلَيْهِ دُمُ الْجَمْعِ (رُبابِ الْمَنَاسِكَ مَعَ
شَرْحِهِ لِلْقَارِ، بَابِ الْجَمْعِ بَيَانِ النَّسْكِينِ الْمُتَّحِدِينَ، فَصْلُ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ
الْعُمَرَتَيْنِ، ص ۳۲۴)

یعنی، اگر پہلے عمرہ کا طواف اور سعی کر لی اور اُس پر سوائے حلق کے کچھ
باقی نہ رہا، پس اُس نے دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو دوسرا عمرہ
اُسے لازم ہو گیا اور وہ اُسے نہ چھوڑے گا اور اُس پر دو احراموں کو جمع
کرنے کا دم لازم ہوگا۔

اور علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد غزالی ترمذی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

مَنْ أَتَى بِعُمْرَةٍ إِلَّا الْحَلْقَ فَأَحْرَمَ بِأُخْرَى ذَبَحَ، (تَنْوِيرُ الْأَبْصَارِ مَعَ
شَرْحِهِ لِلْحَصْكَفِيِّ، كِتَابِ الْحَجِّ، بَابِ الْجَنَائِزَاتِ، ص ۱۷۱، مطبوعة: دار
الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۲م)

یعنی، جس نے عمرہ ادا کیا سوائے حلق کے پس دوسرے عمرہ کا احرام
باندھ لیا تو جانور ذبح کرے گا۔

اور عمرہ کے دو احراموں کو جمع کرنے پر دم لازم آنے میں کسی کا اختلاف نہیں، چنانچہ ملا
علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اعْلَمُوا أَنَّهُمْ اتَّفَقُوا فِي وَجُوبِ الدِّمِّ بِسَبَبِ الْجَمْعِ بَيْنَ إِحْرَامَيْ
الْعُمْرَةِ (الْمَسْلُوكِ الْمُتَقَسِّطِ فِي الْمَنَسَكِ الْمُتَوَسِّطِ، بَابِ الْجَمْعِ بَيْنَ
النَّسْكِينِ الْمُتَّحِدِينَ، فَصْلُ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ الْعُمَرَتَيْنِ، ص ۳۲۴)

یعنی، فقہاء کرام کا عمرہ کے دو احراموں کے مابین جمع کے سبب وجوب
دم میں اتفاق ہے۔

اور دو احراموں کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے چنانچہ علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی
متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

الأصل: أَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ إِحْرَامَيْنِ لِعُمَرَتَيْنِ مَكْرُوهٌ تَحْرِيمًا، فَيَلْزَمُ
الدِّمَّ (الدُّرُّ الْمُخْتَارُ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَائِزَاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: مَنْ أَتَى
بِعُمْرَةٍ، ص ۱۷۱، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى
۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۲م)

قاعدہ یہ ہے کہ عمرہ کے دو احراموں کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے، پس دم
لازم آئے گا۔

اور کراہت تحریمی کا ارتکاب گناہ ہے اس لئے اُسے اس گناہ سے توبہ بھی لازم ہوگی۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۲۶ ذوالقعدة ۱۴۲۹ھ، ۲۴ نوفمبر ۲۰۰۸م 669-F

حج تمتع کی نیت سے آنے والی عورت کو ماہواری آجانا

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک
عورت پاکستان سے حج تمتع کی نیت سے مکہ مکرمہ آئی ابھی پہنچی تھی کہ ماہواری آگئی اور دودن
بعد منیٰ روانگی ہے اس نے ابھی عمرہ ادا نہیں کیا تو حج کا احرام کس طرح باندھے کیا عمرہ چھوڑ
دے اور حج کا احرام باندھ لے اگر وہ ایسا کرتی ہے تو جو عمرہ اُس نے چھوڑا وہ کب ادا کرے
اور اس عمرہ کے چھوڑنے کی وجہ سے اس پر کیا لازم ہوگا جب کہ عمرہ اُس نے مجبوری میں چھوڑا
ہے تو اس صورت میں اُس پر کیا لازم آتا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اُس عورت پر دم
اور عمرہ کی قضاء لازم ہے، مروی ہے کہ ایسا ہی واقعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ کے ساتھ جیتا

الوداع میں پیش آیا، جب حضور ﷺ کی بارگاہ میں آپ نے اپنا معاملہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے انہیں عمرہ چھوڑنے کا اور حج ادا کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَهَلَّلْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَلَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ، فَرَعَمْتُ أَنَّهَا حَاضَتْ، وَلَمْ تَطْهَرْ حَتَّى دَخَلْتُ لَيْلَةَ عَرَفَةَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذِهِ لَيْلَةُ عَرَفَةَ، وَإِنَّمَا كُنْتُ تَمَتَّعْتُ بِعُمْرَةٍ؟ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "انْقُضِي رَأْسُكَ، وَامْتَشِطِي، وَامْسِكِي عَنْ عُمْرَتِكَ" فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ، أَمَرَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، لَيْلَةَ الْحَضْبَةِ، فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيمِ، مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي نَسَكْتُ (صحيح

البخاری، کتاب الحيض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحيض، برقم: ۳۱۶، ۸۲/۱، و باب الأمر بالنساء، إذا نفسن، برقم: ۲۹۴، ۷۷/۱، و باب تقضي الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت، برقم: ۳۰۵، ۷۹/۱، و باب نقض المرأة شعرها عند المحيض، برقم: ۳۱۷، ۸۲/۱، و باب كيف تهلل الحائض بالحج والعمرة، برقم: ۳۱۹، ۸۲/۱، و کتاب الحج، باب كيف تهلل الحائض والنفساء، برقم: ۱۵۵۶، ۳۸۴/۱، و باب قوله تعالى ﴿الْحَجَّ أَشْهَرُ مَعْلُومَتٍ﴾ الآية، برقم: ۱۵۶۰، ۳۸۵/۱، و باب التمتع والقرآن إلخ، برقم: ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۳۸۶/۱، و باب طواف القارن، برقم: ۱۶۳۸، ۳۰۴/۱، و باب تقضي الحائض المناسك كلها إلخ، برقم: ۱۶۵۱، ۴۰۷/۱، و باب إذا حاضت المرأة بعد ما افاضت، برقم: ۱۷۶۲، ۴۳۲/۱، و باب الإذج من المحصب، برقم: ۱۷۷۲،

۴۳۴/۱، و کتاب العمرة، باب العمرة ليلة الحصة، برقم: ۱۷۸۳، ۳۷/۱، و باب الإعتصار بعد الحج بغير هدي، برقم: ۱۷۸۶، ۳۸/۱، و باب أجر العمرة على قدر النصب، برقم: ۱۷۸۷، ۳۸/۱، و باب المعتمر إذا طاف إلخ، برقم: ۱۷۸۸، ۳۹/۱، و کتاب الجهاد والسير، باب إرداف المرأة خلف أخيها، برقم: ۲۹۸۴، ۲۹۸۵، ۲۶۹/۲، و کتاب المغازی، باب حجة الوداع، برقم: ۴۳۹۵، ۱۱۹/۳، و کتاب الأضاحي، باب من ذبح ضحية غيره، برقم: ۵۵۵۹، ۴۹۱/۳، و کتاب التمني، باب قول النبي ﷺ: لو استقبلت من أمري إلخ، برقم: ۷۲۳۰، ۴/۴، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۹۹۹-۵۱۴۲۰م)

یعنی، اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں احرام باندھا، پس میں اُن میں سے تھی جنہوں نے تمتع کیا، اور (ساتھ) ہدی نہ لائے، پس انہیں (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو گمان ہوا کہ انہیں ماہواری آگئی ہے، اور آپ پاک نہ ہوئیں یہاں تک کہ عرفہ کی رات آگئی، آپ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ عرفہ کی رات ہے اور میں نے صرف عمرہ کے ساتھ تمتع کیا ہے (یعنی میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اپنا سر کھول دے اور کنگھی کر لے اور اپنے عمرہ سے رُک جا“ (آپ فرماتی ہیں کہ) میں نے (ایسے ہی) کیا، پس جب حج ادا کر لیا، تو (رسول اللہ ﷺ نے) حصہ کی رات عبد الرحمن (بن ابی بکر رضی اللہ عنہما) کو حکم فرمایا تو انہوں نے مجھے مقام تنعیم سے عمرہ کروایا، اور میں نے اس عمرہ کی جگہ جس کا میں نے احرام باندھا تھا عمرہ ادا کیا۔

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں عورت عمرہ چھوڑ دے گی اور حج فوت

ہونے کے خوف کی وجہ سے عمرہ کا احرام کھول دے گی اور حج کا احرام باندھے گی، چنانچہ شارح صحیح بخاری علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حدیثِ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تحت لکھتے ہیں:

أَنَّ الظَّاهِرَ قَوْلُهَا "يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ لَيْلَةُ عَرَفَةَ إِلَى آخِرِهِ" يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَمَرَهَا بِرَفْضِ عُمْرَتِهَا، وَأَن تَخْرُجَ مِنْهَا قَبْلَ تَمَامِهَا، وَفِي "التَّوْضِيحِ": بِهِ قَالَ الْكُوفِيُّونَ فِي الْمَرْأَةِ تَحِيضُ قَبْلَ الطَّوْفِ وَتَخَشَى فَوَاتَ الْحَجِّ: أَنَّهَا تَرَفُضُ الْعُمْرَةَ (عمدة القاری، کتاب الحيض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحيض، برقم: ۳۱۶، ۱۴۳/۳، ۱۴۴، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸-۱۹۹۸م)

یعنی، بے شک اُمّ المؤمنین کے قول ”یا رسول اللہ! یہ عرفہ کی رات ہے الخ“ کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں عمرہ چھوڑنے کا حکم فرمایا کہ وہ عمرہ سے اس کے پورا ہونے سے قبل نکل جائیں، اور ”توضیح“ میں ہے کہ کوفیوں نے اس عورت کے بارے میں جو (حج تمتع میں) طوافِ عمرہ سے قبل حائضہ ہو جائے اور اسے حج فوت ہونے کا خوف ہو یہی حکم کیا کہ وہ عمرہ چھوڑ دے۔

اور اس صورت میں عورت پر چھوڑے ہوئے کی قضا لازم ہوگی اور حدیثِ عائشہ میں مذکور ہے کہ آپ نے حج سے فارغ ہو کر اس عمرہ کی قضا کی چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود فرمایا کہ:

فَأَهْلَلْتُ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ، جَزَاءً بِعُمْرَةِ النَّاسِ الَّتِي اعْتَمَرُوا (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجود الإحرام إلخ، برقم: ۱۲۰/۲۸۹۰- (۱۲۱۱)، ص ۵۵۸، مطبوعة: دار الأرقم، بيروت)

یعنی، پس میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا بدلے لوگوں کے اس عمرہ کے جو انہوں نے (شروع میں) ادا کیا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاغْتَمَرْتُ، فَقَالَ: "هَذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكَ" (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجود الإحرام إلخ، برقم: ۱۱۱/۲۸۸۱- (۱۲۱۱)، ص ۵۵۶)

یعنی، جب ہم نے حج ادا کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے عبد الرحمن بن ابی بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے ساتھ تنعیم بھیجا پس میں نے عمرہ ادا کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا ”یہ تیرے اس عمرہ کی جگہ پر ہے“۔ اور ایک روایت میں ہے کہ:

حَتَّى إِذَا قَضَيْتُ حَجَّتِي، بَعَثَ مَعِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ وَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَمِرَ مِنَ التَّنْعِيمِ، مَكَانَ عُمْرَتِي، الَّتِي أَذْرَكُنِي الْحَجُّ وَلَمْ أُحِلِّ مِنْهَا (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجود الإحرام إلخ، برقم: ۱۱۲/۲۸۸۲- (۱۲۱۱)، ص ۵۵۶)

یعنی، یہاں تک کہ جب میں نے اپنا حج پورا کیا، رسول اللہ ﷺ نے عبد الرحمن بن ابی بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو میرے ساتھ بھیجا اور مجھے حکم فرمایا، میں تنعیم سے اپنے اس عمرہ کی جگہ پر عمرہ ادا کروں کہ جس عمرہ سے میں (ماہواری کی وجہ سے) فارغ نہ ہوئی تھی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ:

فَاعْتَمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيمِ، مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي أَمْسَكْتُ عَنْهَا (صحیح

مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجود الإحرام إلخ، برقم: ۱۱۳/۲۸۸۳۔

(۱۲۱۱)، ص ۵۵۶

یعنی، پس (عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے) تنعم سے مجھے عمرہ کروایا میرے اُس عمرہ کی جگہ کہ جس کی ادائیگی سے میں رُک گئی تھی۔

متمتع یا قارن عمرہ نہ کر پائے اور حج ادا کرے تو اُس پر سے حج متمتع یا قران کا دم شکر جسے لوگ حج کی قربانی کہتے ہیں جو متمتع اور قارن دونوں پر واجب ہوتی ہے وہ ساقط ہو جاتی ہے اور اس پر عمرہ کی قضا اور عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے دم جبر لازم آتا ہے اور دم جبر کے جانور کا سر زمین حرم پر ذبح کرنا واجب ہے اور اس کے لئے افضل دن یوم نحر ہے اور اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب نسوانی عارضہ کی وجہ سے عمرہ چھوڑا تو آپ پر سے دم شکر ساقط ہو گیا اور عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد عمرہ ادا کئے بغیر احرام کھولنے پر دم جبر لازم آیا جسے نبی کریم ﷺ نے دیگر ازواج مطہرات کے دم شکر کے ساتھ ادا فرمایا، چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُن کی طرف سے جانور ذبح کئے جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

فَأَتَيْنَا بِلَحْمٍ بَقَرٍ، فَقُلْتُ مَا هَذَا؟ فَقَالُوا: أَهْدَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرُ (صحيح مسلم، كتاب الحج، باب بيان وجود الإحرام

إلخ، برقم: ۱۲۰/۲۸۹۰- (۱۲۱۱)، ص ۵۵۸)

یعنی، پس ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا، میں نے کہا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے بطور ہدی ذبح کی ہے۔

ان احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء سے فقہاء کرام نے ایک قاعدہ اخذ کیا ہے جسے علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے ذکر کیا ہے کہ:

كُلُّ مَنْ لَزِمَهُ رَفْضُ الْعُمْرَةِ فَعَلِيهِ دَمٌ وَ قَضَاءُ عُمْرَةٍ لَا غَيْرَ، لِأَنَّهُ

فِي مَعَى فَاسِدِ الْعُمْرَةِ (بُابُ الْمَنَاسِكَ مَعَ شَرْحِهِ لِلْقَارِي، بَابُ أَضَافَةِ

أَحَدِ النَّسَكَيْنِ، ص ۳۲۸، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى

۵۱۴۱۹-۱۹۹۸م)

یعنی، ہر وہ شخص کہ جس پر عمرہ چھوڑنا لازم ہو جائے تو اُس پر (عمرہ کا احرام باندھ کر اُس سے چھوڑنے کا) دم اور (چھوڑے ہوئے) عمرہ کی قضا لازم ہے نہ کہ اور کچھ کیونکہ وہ عمرہ کو فاسد کرنے والے کے معنی میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۶ ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۴ ديسمبر ۲۰۰۸ م 492-F

حج قران کی نیت سے آنے والی عورت کو ماہواری آجانا

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت پاکستان سے حج قران کی نیت سے مکہ مکرمہ آئی ابھی پہنچی تھی کہ ماہواری آگئی اور ایک دن بعد منی روانگی ہے اُس نے ابھی عمرہ ادا نہیں کیا کہ وقوف عرفہ کا وقت قریب آگیا، کیا وہ عمرہ چھوڑ دے اور وقوف عرفہ کرے اگر وہ ایسا کرتی ہے تو جو عمرہ اُس نے چھوڑا وہ کب ادا کرے اور اُس عمرہ کے چھوڑنے کی وجہ سے اُس پر کیا لازم ہوگا جب کہ عمرہ اُس نے مجبوری میں چھوڑا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں یہ عورت عمرہ ادا کئے بغیر وقوف عرفہ کرے گی اور حج سے فارغ ہونے کے بعد جب پاک ہو جائے تو چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضا کرے اور عمرہ چھوڑنے کا ایک دم دے کیونکہ ماہواری کی حالت میں طواف کعبہ ممنوع ہے طواف کعبہ کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ اُسے مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا أَجَلَ دُخُولِ الْمَسْجِدِ لِحَائِضٍ وَلَا جُنْبِ الْحَدِيثِ" (التاریخ الكبير للبخاری، باب

الألف، برقم: ۱۷۱، ۵۵/۲) یعنی، میں حیض والی عورت اور حُجّی کے لئے مسجد میں داخل ہونا حلال نہیں کرتا۔
اسی لئے فقہاء کرام نے یہ حکم اخذ کیا ہے کہ حیض و نفاس والی عورت اور حُجّی کو مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے
چنانچہ علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں: لَا يَجُوزُ لَهُمْ دُخُولُ الْمَسْجِدِ إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَحِضْ (منية
المصلى و غنية المبدى، باب فرائض الغسل، فروع إذا اجنب المرأة الخ، ص ۵۲) یعنی، ان کے لئے مسجد
میں داخل ہونا جائز نہیں ہے مگر ضرورت شرعی کی وجہ سے) اور طوافِ عمرہ میں رُکن ہے اس لئے وہ اس
حالت میں عمرہ نہیں ادا کر سکتی اور قارن جب عمرہ ادا کئے بغیر وقوفِ عرفہ کر لے تو اس کا عمرہ رہ
جاتا ہے اور وہ عمرہ چھوڑنے والا قرار پاتا ہے، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی
۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

فَإِنْ لَمْ يَدْخُلِ الْقَارِئُ مَكَّةَ وَتَوَجَّهَ إِلَى عَرَافَاتٍ، فَقَدْ صَارَ رَافِضًا
لِعُمْرَتِهِ بِالْوُقُوفِ (المسالك في المناسك، كتاب القرآن، فصل: إن لم
يدخل القارن إلخ، ۱/۶۴۸)

یعنی، پس جب قارن مکہ میں داخل نہ ہوا، اور عرافات کی طرف متوجہ ہو
گیا تو وقوفِ عرافات کے ساتھ ہی وہ عمرہ کو چھوڑنے والا ہو گیا۔

اور قران کا حکم یہ ہے کہ عمرہ پہلے ادا کیا جائے، وقوفِ عرفہ کر لینے کے بعد عمرہ کی ادائیگی
متصور نہیں چنانچہ امام کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

و لو تصوّر إتيانها وإبقائها بعد الوقوف لما أمَرَ بالرفض، لأنَّ
أفعالَ العُمرة قد فاتتْ وانتهتْ، فَإِنَّ حُكْمَ الْقِرَانِ أَنْ يُقَدِّمَ
أفعالَ العُمرة على الحجِّ، وقد تعدّر بعد الوقوف (المسالك في
المناسك، كتاب القرآن، فصل: إن لم يدخل القارن إلخ، ۱/۶۴۹)

یعنی، اگر اُس کا لانا اور باقی ہونا وقوفِ عرفہ کے بعد متصور ہوتا تو عمرہ
چھوڑنے کا حکم نہ دیا جاتا کیونکہ افعالِ عمرہ تو فوت ہو چکے پس قران کا حکم
یہ ہے کہ افعالِ عمرہ کو حج پر مقدم کیا جائے اور تحقیق یہ وقوف کے بعد

متعدّر رہو گیا۔

اور اس صورت میں اُس پر دم اور قضاء دونوں لازم آتے ہیں اور حجِ قرآن کا دم ساقط
ہو جاتا ہے کیونکہ اب اُس کا حجِ قرآن نہیں رہا چنانچہ ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد المروزی جو
حاکم شہید کے نام سے معروف ہیں لکھتے ہیں:

إِذَا قَدِمَ الْقَارِئُ مَكَّةَ فَلَمْ يَطْفِ حَتَّى وَقَفَ بِعَرَفَةَ أَوْ طَافَ
لِلْعُمْرَةِ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ فَقَط كَانَ رَافِضًا لِعُمْرَتِهِ، وَ عَلَيْهِ دَمٌ
لِرَفْضِهَا وَقَضَاؤُهَا وَ قَدْ سَقَطَ عَنْهُ دَمُ الْقِرَانِ (الكافي للحاكم
الشَّهيد (في ضمن المبسوط للإمام محمد)، كتاب المناسك، باب الطواف،
۳۲۹/۲، مطبوعة: عالم الكتب، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۰-۱۹۹۰م)
یعنی، جب قارن مکہ مکرمہ آیا پس طواف نہ کیا یہاں تک کہ وقوفِ عرافات
کیا یا طوافِ عمرہ کے فقط تین پھیرے کئے تو وہ اپنے عمرہ کو چھوڑنے والا
ہے، اور اُس پر عمرہ چھوڑنے کا دم اور اُس کی قضاء ہے اور اُس سے دم
قرآن ساقط ہو گیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الخميس، ۷ ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۵ ديسمبر ۲۰۰۸ م 677-F

ایام حیض میں پائے جانے والے طہر میں ادا کئے گئے عمرہ کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک
عورت کی حیض میں عادت سات دن تھی اور اُسے پانچ دن حیض آ کر بند ہو گیا اور اُس نے
عسل کے بعد نماز شروع کر دی اور پھر مسجد عائشہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کر لیا اور چھٹے
دن اُسے دوبارہ حیض آ گیا، اس صورت میں وہ کیا کرے گی اُس کا عمرہ ادا ہو گیا یا اُس پر اس
کی قضا لازم ہوگی؟

(السائل: محمد فیاض، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں دوسری مرتبہ آنے والا خون ماہواری میں شمار ہوگا جب کہ وہ دس دن پورے ہونے پر یا اس سے قبل ختم ہوا ہو، چنانچہ علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وَالنَّاقِصُ عَنْ أَقْلِهِ وَالزَّائِدُ عَلَى الْعَادَةِ وَجَاوَزَ أَكْثَرَهُمَا
استحاضةً - ملخصاً (الدُّرُّ الْمُخْتَارُ، كِتَابُ الطَّهَّارَةِ، بَابُ الْحَيْضِ،
ص ۴۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ -
۲۰۰۲م)

یعنی، حیض کی کم از کم مدت (تین دن اور تین راتوں) سے کم اور عادت کے دنوں سے زائد اور اکثر مدت (دس دن اور دس راتوں) سے بڑھ جائے تو استحاضہ ہے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أَمَّا الْمَعْتَادَةُ فَمَا زَادَ عَلَى عَادَتِهَا، وَتَجَاوَزَ الْعَشْرَةَ فِي الْحَيْضِ
یعنی، مگر معتادہ عورت تو اُس کی عادت کے دنوں سے جو زائد ہوا اور حیض میں دس دنوں سے بڑھ جائے (استحاضہ ہے)

اور لکھتے ہیں:

أَمَّا إِذَا لَمْ يَتَجَاوَزِ الْأَكْثَرُ فِيهِمَا فَهُوَ انْتِقَالٌ لِلْعَادَةِ فِيهِمَا فَيَكُونُ
حَيْضًا وَنَفَاسًا (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الدُّرِّ الْمُخْتَارِ، كِتَابُ الطَّهَّارَةِ، بَابُ
الْحَيْضِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: وَالزَّائِدُ عَلَى أَكْثَرِهِ، ۵۲۴/۱، مطبوعة: دار المعرفة،
بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م)

یعنی، مگر جب اُن میں (یعنی حیض و نفاس میں) اکثر مدت سے تجاوز نہ کیا تو یہ اُن میں عادت کا منتقل ہونا ہے تو وہ حیض اور نفاس ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس سوال کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ معتادہ کو چھٹے دن جب دوبارہ خون آیا اور وہ دس دن سے زیادہ نہ ہوا تو کُل حیض شمار ہوگا، اس لئے اس دوران کیا گیا طواف حالتِ ماہواری میں قرار پائے گا اور دوسری صورت یہ کہ معتادہ کو چھٹے دن جب حیض شروع ہوا، دسویں دن سے بڑھ گیا تو اس صورت میں عادت کے سات دن حیض اور آٹھویں سے استحاضہ شمار ہوگا، اس صورت میں طواف حالتِ ماہواری میں نہیں کہلائے گا۔

اور استحاضہ کا حکم یہ ہے کہ اُس میں نماز، روزہ، جماع، قرآن کو چھونے، مسجد میں داخل ہونے وغیرہ کچھ بھی ممنوع نہیں ہے وہ ایسے ہے جیسے دائمی نکسیر، چنانچہ علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی لکھتے ہیں:

وَدُمُ اسْتِحَاضَةٍ حَكْمُهُ كُرْعَافٍ دَائِمٍ لَا يَمْنَعُ صَوْمًا وَصَلَاةً وَ
لَوْ نَفَلًا وَ جَمَاعًا مَلْخَصًا (الدُّرُّ الْمُخْتَارُ، كِتَابُ الطَّهَّارَةِ، بَابُ الْحَيْضِ،
ص ۴۴)

یعنی، استحاضہ کے خون کا حکم دائمی نکسیر کی مثل ہے جو روزہ، نماز اگرچہ نفل نماز ہو اور جماع کو مانع نہیں۔ (اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ "تَوَضَّئِي وَ صَلِّيْ وَ اِنْ فَطَرَ الدَّمُ عَلَى الْحَصِيرِ" (الدُّرُّ الْمُخْتَارُ، كِتَابُ الطَّهَّارَةِ، بَابُ الْحَيْضِ، ص ۴۴) یعنی، وضو کر اور نماز پڑھ اگرچہ خون چٹائی پر پڑے)

استحاضہ جب نماز کو مانع نہیں تو طواف کو بھی مانع نہ ہوگا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

وَلَا تُمْنَعُ عَنِ الطَّوَافِ إِذَا أَمِنَتْ مِنَ اللَّوْثِ، "قَهْستَانِي" عَنْ
"الْخِزَانَةِ"، ط (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الدُّرِّ الْمُخْتَارِ، كِتَابُ الطَّهَّارَةِ، بَابُ
الْحَيْضِ، مَطْلَب: لَوْ أَفْتَى مَفْتٍ بِشَيْءٍ مِنْ هَذِهِ الْأَقْوَالِ إلخ، تَحْتَ قَوْلِهِ: لَا
يَمْنَعُ صَوْمًا إلخ، ۵۴۴/۱)

یعنی، مستحاضہ عورت کو طوافِ کعبہ سے نہ روکا جائے گا (اور اس پر اہل اسلام کا

اتفاق ہے چنانچہ علامہ عبد اللہ بن مبارک بن عبد اللہ بوسی نقل کرتے ہیں: و لَأَنَّ
المستحاضةَ وَمَنْ بِهِ سِلْسِلُ الْبَوْلِ وَ نَحْوُهُمَا يَطْوُفُ وَيُصَلِّي بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ
(إجماعات ابن عبد البر في العبادات، المبحث التاسع: الحيض، المسألة
السادسة: دم الإستحاضة إلخ، ۳۵۶/۱) یعنی، کیونکہ مستحاضہ اور جسے سلسل البول کا
عارضہ لائق ہو اور جو ان کی مانند ہے وہ طواف کرے گا اور نماز پڑھے گا اس پر مسلمانوں کا
اتفاق ہے) جب کہ وہ آلودگی سے امن رکھتی ہو، ”قہستانی“ (جامع
الرموز، کتاب الطہارت، باب الحيض، ۵۷/۱، مطبوعة: ايج ايم سعيد كمبني،
كراتشي) میں ”حزانہ“ سے منقول ہے (جیسا کہ) ”طحطاوی“
(حاشية الطحطاوی على الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، تحت
قوله: لا يمنع صوماً إلخ، ۱۵۲/۱، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت ۱۳۹۵ھ
۱۹۷۵م) (میں ہے)

لیکن مستحاضہ اور اس کی مثل دیگر شرعی معذور کا وضو صرف نماز کے وقت تک باقی رہے
گا بشرطیکہ اور ف کوئی ناقض وضو نہ پایا جائے اور وہ ہر نماز کے وقت وضو کرے گی کیونکہ نبی
کریم ﷺ کا فرمان ہے:

”الْمُسْتَحَاضَةُ تَتَوَضَّأُ لَوْ قَتِلَتْ كُلَّ صَلَاةٍ“ (الهداية، كتاب الطهارة،
باب الحيض و الإستحاضة، فصل: و المستحاضة و مَنْ بِهِ إلخ، ۴۱/۲-۱)
یعنی، استحاضہ والی عورت ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کرے گی۔

جیسے ہی نماز کا وقت ختم ہوگا تو وضو جاتا رہے گا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی
حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و إِذَا خَرَجَ الْوَقْتُ بَطَلَ وَضُوهُمُ وَ اسْتَأْنَفُوا الْوُضُوءَ لَصَلَاةٍ
أُخْرَى (بداية المبتدى، كتاب الطهارة، باب الحيض و الإستحاضة، فصل:
و المستحاضة و مَنْ بِهِ إلخ، ۴۱/۲-۱)

یعنی، جب وقت نکل گیا تو ان کا وضو باطل ہو گیا اور وہ دوسری نماز کے
لئے نیا وضو کریں گے۔

اور طلوع آفتاب کے بعد کے بعد کیا ہوا وضو نمازِ ظہر کا وقت ختم ہونے تک باقی رہے گا
جیسا کہ ”بداية المبتدى“ (كتاب الطهارة، باب الحيض و الإستحاضة، فصل: و المستحاضة إلخ،
۴۱/۲-۱) اور ”درمختار“ (كتاب الطهارة، باب الحيض، ص ۴۶) وغیرہما کتب فقہ میں ہے۔
اس لئے دوسری صورت میں کیا گیا طواف درست ہو جائے گا، اس طرح عمرہ بھی
درست ہو جائے گا اور اس پر کوئی جزاء بھی لازم نہیں آئے گی۔

اور پہلی صورت میں جب طواف حالتِ ماہواری میں قرار پایا تو لازم ہوگا کہ جب تک
مکہ مکرمہ میں ہے، اس کئے ہوئے طواف کا ماہواری سے پاک ہونے کے بعد اعادہ کر لے،
اگر اعادہ کر لیتی ہے تو حالتِ ماہواری میں طواف کرنے سے جو جزاء لازم آئی وہ ساقط ہو
جائے گی چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و عَلَيْهَا أَنْ تُعِيدَ طَاهِرَةً فَإِنْ أَعَادَتْهُ سَقَطَ مَا وَجَبَ (لُباب
المناسك مع شرحه للقاري، باب الجنابات، فصل: حائض طهرت في آخر
أيام النحر، ص ۳۳۸)

یعنی، اس پر لازم ہے کہ پاک ہو کر اس کا اعادہ کر لے، اگر اعادہ کر لیتی
ہے تو اس پر سے وہ ساقط ہو گیا جو واجب ہوا تھا۔
اور افضل بھی یہی ہے کہ جب تک مکہ میں ہے طواف کا اعادہ کرے بلکہ اسے اعادہ کا
حکم دیا گیا جائے گا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و الْأَفْضَلُ أَنْ يُعِيدَ الطَّوْفَ مَا دَامَ بِمَكَّةَ، وَ لَا ذَبْحَ عَلَيْهِ، وَ
الْأَصَحُّ أَنَّهُ يُؤْمَرُ بِالْإِعَادَةِ إلخ (بداية المبتدى مع الهداية، كتاب الحج،
باب الجنابات، فصل: و مَنْ طَافَ طَوَافَ الْقُدُومِ إلخ، ۱۹۹/۲-۱)

یعنی، افضل یہ ہے کہ جب تک مکہ مکرمہ میں ہے طواف کا اعادہ کرے اور

اس پر ذبح کرنا لازم نہیں اور اس صحیح یہ ہے کہ اُسے اعادہ کا حکم دیا جائے گا۔
اور اس صورت میں لازم آنے والا کفارہ ساقط کرنے کے لئے طواف کا اعادہ لازم ہے کیونکہ نجاست حکمیہ سے پاکیزگی طواف میں واجب ہے اور سعی میں طہارت اگرچہ مستحب ہے پھر بھی اُسے چاہئے کہ طواف کے ساتھ سعی کا بھی اعادہ کرے، چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وَأَمَّا مَا دَامَ بِمَكَّةَ فَعَلَيْهِ أَنْ يُعِيدَهُمَا لِسِرْيَانِ نَقْصَانِ الطَّوَافِ فِي السَّعْيِ الَّذِي بَعْدَهُ، وَإِلَّا فَالطَّهَارَةُ مُسْتَحَبَّةٌ فِي السَّعْيِ (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل في طواف العمرة، ص ۳۹۰)

یعنی، جب تک مکہ میں ہے تو اُس پر لازم ہے کہ دونوں کا اعادہ کر لے اس لئے کہ طواف کا نقصان سعی میں سرایت کر گیا جو طواف کے بعد ہے ورنہ طہارت سعی میں مستحب ہے۔

اور اگر طواف کا اعادہ کر لیتی ہے سعی کا اعادہ نہیں کرتی تو اُس پر کچھ لازم نہیں آئے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

وَلَوْ أَعَادَ الطَّوَافَ وَلَمْ يُعِدِ السَّعْيَ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ (بُابُ الْمَنَاسِكِ مع شرحه للقاری، باب الجنایات، فصل في طواف العمرة، ص ۳۹۱)
یعنی، اگر طواف کا اعادہ کیا اور سعی کا اعادہ نہ کیا تو اُس پر کوئی شئی لازم نہیں۔
اس کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

كَذَا قِيلَ، وَصَحَّحَهُ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ وَهُوَ مُخْتَارُ شَمْسِ الْأُئِمَّةِ السَّرْحَسِيِّ، وَالْإِمَامِ الْمُحِبُّوبِيِّ (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل في طواف العمرة، ص ۳۹۱)

یعنی، اسی طرح کہا گیا اور صاحب ہدایہ (الهدایة، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل: وَ مَنْ طَافَ طَوَافَ الْقُدُومِ الْخ، ۱-۲/۲۰۰) نے اسے صحیح

قرار دیا اور یہی شمس الائمہ سرخسی اور امام محبوبی کا مختار ہے۔
اور اگر اعادہ نہیں کرتی تو اُس پر دم لازم ہوگا چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں کہ

وَفِي طَوَافِ الْعُمْرَةِ تَجِبُ شَاةٌ، سِوَاءَ كَانَ جُنُبًا أَوْ مُحْدِثًا لِأَنَّهُ دَوْرُ الْحَجِّ وَإِنْ كَانَ رُكْنًا فِيهَا (المسالك في المناسك، فصل في كفارة الجنابة في الطواف، ۲/۷۸۵، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳م)

یعنی، طوافِ عمرہ میں (بطور دم) بکری واجب ہے برابر ہے کہ نجی تھا یا بے وضو، کیونکہ وہ حج سے درجے میں کم ہے اگرچہ طوافِ عمرہ میں رُکن ہے۔
اور اسی فصل میں لکھتے ہیں:

فَإِنَّ الطَّوَافَ فِيهَا رُكْنٌ، وَالْحَائِضُ كَالْجُنُبِ فِي ذَلِكَ، لِأَنَّ نَجَاسَةَ الْحَيْضِ أَقْوَى (المسالك في المناسك، فصل في كفارة الجنابة في الطواف، ۲/۷۸۵، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳م)

یعنی، بے شک طواف اس میں رُکن ہے اور حائضہ اس میں مثل نجی کے ہے کیونکہ حیض کی نجاست زیادہ قوی ہے۔
اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

وَلَوْ طَافَ لِلْعُمْرَةِ كُلَّهُ أَوْ أَكْثَرَهُ أَوْ أَقَلَّهُ وَلَوْ شَوَّطًا جُنُبًا أَوْ حَائِضًا أَوْ نَفْسَاءً أَوْ مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ شَاةٌ (بُابُ الْمَنَاسِكِ مع شرحه للقاری، باب الجنایات، في طواف العمرة، ص ۳۹۰)

یعنی، اگر عمرہ کا کُل یا اکثر یا اقل اگرچہ ایک چکر طواف حالتِ جنابت یا

حیض یا نفاس میں یا بے وضو کیا تو اُس پر بکری لازم ہے۔
اس کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ

أى: فى جميع الصور المذكورة (المسلك المتقسط فى المنسك

المتوسط، باب الجنایات، فصل فى طواف العمرة، ص ۳۹۰)

یعنی، ذکر کردہ تمام صورتوں میں (دم لازم ہے)۔

لہذا صورت مسئلہ میں حکم یہ ہوگا کہ ماہواری اگر چھٹے دن شروع ہو کر دسویں دن پر یا اس سے پہلے بند ہوئی تو اعادہ لازم ہوگا اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم دینا ہوگا اور اگر چھٹے دن سے شروع ہونے والی ماہواری دس دن سے بڑھ جاتی ہے تو کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۷ ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۵ دسمبر ۲۰۰۸ م 490-F

دم فوری دینا ضروری ہے یا اس میں تاخیر کی اجازت ہے؟

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی وجہ سے دم لازم آجائے تو دم دینا فوری طور پر لازم ہوتا ہے یا اُس میں تاخیر کی شرعاً کوئی رخصت ہے؟

(السائل: محمد ظفر، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: دم کی ادائیگی فوری طور پر واجب نہیں اس میں تاخیر کی رخصت ہے مگر دم جب ذمے میں واجب ہو چکا تو ادائے بغیر مر گیا تو گنہگار ہوگا اور اُس پر لازم ہوگا کہ اُس کی وصیت کر کے جائے جب وہ وصیت کر دے تو ورثہ پر تکفین و تدفین اور ادائیگی قرض کے بعد اُس کی وصیت پر عمل کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ ادائیگی قرض کے بعد اتنا مال بچ جائے کہ جس سے اُس کی یہ وصیت جاری ہو سکے، اور اگر وہ وصیت نہ کرے اور اس کے ورثہ کو اس کا علم ہو کہ اس پر کوئی دم باقی ہے وہ اُسے ادا کریں تو مرنے

والے کی طرف سے دم ادا ہو جائے گا۔ چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۲ھ ”فتح باب العناية شرح النقاہ“ میں لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمد امین عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں کہ:

ثم الكفارات كُلُّهَا واجبة على التراخي، فيكون مؤدباً في أي

وقت، وإنما يتضيّق عليه الوجوب في آخر عمره في وقت

يغلب على ظنه أنه لو لم يؤدّه كفّات، فإن لم يؤدّ فيه حتّى مات

أثمّ و عليه الوصيّة به، و لو لم يؤدّ لم يجب على الورثة، و لو

تبرّعوا عنه جاز إلا الصوم اه و اللفظ للشّامى (فتح باب العناية،

كتاب الحجّ، فصل فى الجنایات، ۲/۲۸۸، مطبوعة: دار احیاء التراث

العربی، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۶-۲۰۰۵م) (رد المحتار على الدرر

المختار، كتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قول التّنویر: الواجب دمّ،

۳/۶۵۱-۶۵۲)

یعنی، پھر تمام کفارے علی التراخی واجب ہیں (نہ کہ علی الفور) پس جس

وقت بھی ادا کرے گا ادا کرنے والا ہوگا اور صرف اُس کی آخری عمر میں

جب اُسے غالب گمان ہو کہ اگر اُسے ادا نہ کرے گا تو فوت ہو جائے گا تو

اُس وقت وجوب اُس پر تنگ ہو جائے گا، پس اگر کفارہ ادا نہ کیا یہاں

تک کہ مر گیا تو گنہگار ہوا اور اُس پر اس کی وصیت لازم ہے اور اگر

وصیت نہ کی ورثہ پر یہ واجب نہیں اور اگر وہ مرنے والے کی طرف سے

تبرّع کرتے ہوئے کفارہ ادا کر دیں تو جائز ہو جائے گا سوائے

روزے کے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۲۶ ذو القعدة ۱۴۲۹ھ، ۲۴ نومبر ۲۰۰۸ م 479-F

حج میں مانع ماہواری گولیوں کا استعمال

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون حج کے لئے آئی ہیں اور وہ مانع ماہواری گولیاں استعمال کرتی ہے اس لئے کہ وہ حرمین شریفین کی عبادات زیادہ سے زیادہ کر سکے اور پھر یہاں مخصوص ایام ٹھہرنے کے لئے ملتے ہیں وہ بھی ماہواری میں گزر جائیں تو ان مقامات پر عبادت کن ایام میں کرے گی، کیا اس بنا پر وہ گولیاں استعمال کر سکتی ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: ماہواری کا آنا یہ ایک قدرتی عمل ہے اور اسے روکنا نقصان سے خالی نہیں ہوتا اور جہاں تک ان گولیوں کے استعمال کا تعلق ہے جو ماہواری روکنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں تو وہ اس شرط کے ساتھ جائز ہیں کہ ان میں کوئی حرام شئی نہ ہو اور وہ طبی و جسمانی لحاظ سے مضر صحت نہ ہوں کہ کسی بڑے جسمانی عارضے کا سبب بنیں، قرآن کریم میں ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرہ: ۱۹۵/۲)

ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۴ ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۲ دسمبر ۲۰۰۸ م 487-F

مقیم مکہ جدہ ہو کر آجائے تو مقیم رہے گا یا نہیں؟

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارا قیام مکہ مکرمہ میں سولہ دن ہوتا ہے میں درمیان میں اگر چند گھنٹوں یا ایک دن کے لئے جدہ چلا جاؤں تو کیا میں شرعی مسافر قرار پاؤں گا اس طرح کہ آٹھ روز بعد جدہ ہو آؤں تو سولہ دن مکمل

نہیں رہیں گے اور میری اقامت مکہ مکرمہ میں دو حصوں میں ہوگی۔

(السائل: حامد فتانی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں مکہ مکرمہ آپ کا وطن اقامت ہے، وطن اقامت کو تین چیزیں باطل کرتی ہیں:

۱۔ وطن اصلی: جو وطن اقامت کو باطل کر دیتا ہے جیسے کوئی شخص مکہ مکرمہ میں مقیم ہو پھر منیٰ میں شادی کر لے، اب منیٰ اس کا وطن اصلی ہو گیا لہذا مکہ مکرمہ کا اس کے لئے وطن اقامت ہونا باطل ہو گیا۔

۲۔ وطن اقامت: کہ ایک جگہ مقیم تھا اب دوسری جگہ پندرہ روز اقامت کا ارادہ کر لیا، چاہے دونوں کے مابین مسافت سفر ہو یا نہ ہو چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وَيَسْطُلُ وَطَنُ الْإِقَامَةِ بِمَثَلِهِ (الدَّرِّ الْمَخْتَار، كتاب الصلاة، باب صلاة

المسافر، ص ۱۰۶، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى

۵۱۴۲۳-۲۰۰۲م)

یعنی، وطن اقامت اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله: "بمثله" أي: سواء كان بينهما مسيرة سفر أو لا (ردُّ

المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، مطلب: في

الوطن الأصلي إلخ، ۲/۷۳۰، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى

۵۱۴۲۰-۲۰۰۰م)

یعنی، برابر ہے کہ دونوں کے مابین مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔

۳۔ انشاء سفر: کہ وطن اقامت سے ایسی جگہ کے ارادہ سے نکلا جو مسافت سفر پر واقع ہے تو وطن اقامت باطل ہو گیا چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

و يبطلُ وطنُ الإقامة بإنشاء السَّفَرِ، ملخصاً (الدُّرُ المختار، كتاب الصَّلَاة، صلاة المسافر، ص ۱۰۶، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۲م)

یعنی، اور وطنِ اقامت باطل ہو جاتا ہے انشاءِ سفر سے۔
علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

و الحاصل: أنَّ إنشاء السَّفَرِ يُبطلُ وطنَ الإقامة إذا كان منه، أمَّا لو أنشأ من غيره فإن لم يكن فيه مرورٌ على وطنِ الإقامة، أو كان، و لكن بعد سيرِ ثلاثة أيام فكذاك، و لو قبله لم يبطل الوطنُ، بل يبطلُ السَّفَرُ (ردُّ المحتار على الدرِّ المختار، كتاب الصَّلَاة، باب صلاة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي إلخ، ۲/۷۳۰، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ بے شک ابتداءِ سفر وطنِ اقامت کو باطل کر دیتا ہے جب کہ سفر کی ابتداء وطنِ اقامت سے ہو اور اگر سفر وطنِ اقامت کے غیر سے شروع کیا تو اُس سفر میں اگر وطنِ اقامت پر سے گزر نہیں ہے یا گزرتو ہے لیکن تین دن (یعنی مسافت سفر) چلنے کے بعد ہے تو حکم اسی طرح ہے (یعنی وطنِ اقامت باطل ہو جائے گا) اور اگر اس سے قبل گزر ہوا تو وطنِ اقامت باطل نہ ہوگا بلکہ سفر باطل ہو جائے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے جدہ مسافت سفر پر واقع ہے یا نہیں یعنی جدہ مکہ مکرمہ سے ساڑھے ستاون میل (۹۲ کلومیٹر) تقریباً دور ہے یا اُس سے کم ہے پھر جس راستے سے جدہ جائے گا اُس راستے سے اتنا فاصلہ بنتا ہے یا نہیں اگر اتنا فاصلہ بن جائے تو مکہ مکرمہ کا وطنِ اقامت ہونا باطل ہو گیا واپسی کے بعد جب تک پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو یا ارادہ تو ہو مگر پندرہ روز مکمل ہونے سے قبل مدینہ شریف یا پاکستان واپسی ہو تو مکہ مکرمہ میں مسافر ہی

رہے گا مقیم نہ ہوگا، چنانچہ علامہ سید احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

حتى لو عادَ إلى حاجةٍ فيه قَصُرَ (حاشية الطَّحطاوى على مراقي الفلاح، كتاب الصَّلَاة، باب صلاة المسافر، ص ۴۲۹)

یعنی، اگر کسی کام سے آئے (وطنِ اقامت) میں لوٹا تو قصر کرے گا۔

اور اگر جدہ مدتِ مسافت پر واقع نہیں یا مدتِ مسافت پر تو واقع ہے لیکن جس راستے سے گیا اُس راستے سے ساڑھے ستاون میل نہیں بنتے تو ان تمام صورتوں میں مکہ مکرمہ میں اگر مقیم تھا تو واپسی پر مقیم ہی رہے گا۔

مخدوم محمد جعفر بن مخدوم محمد عبدالکریم بوبکائی حنفی لکھتے ہیں:

فی ”الخلاصة“: الرَّجُلُ إِذَا قَصَدَ بِلَدَّةً و إلى مقصده طريقان أحدهما مسيرة ثلاثة أيام و لياليها و الآخر دونها فسلكَ الطَّرِيقَ الأبعد كان مسافراً عندنا (المتانة في المرمية عن الخزائنة، كتاب الصَّلَاة، باب المسافر، ص ۲۵۹)

یعنی، ”خلاصہ“ میں ہے ایک شخص نے جب کسی شہر کا ارادہ کیا اور اس کے مقصود کی طرف دو راستے ہیں اُن میں سے ایک تین دن اور تین رات کی مسافت ہے اور دوسرا راستہ اس سے کم ہے، پس وہ (اس شہر کو) دُور والے راستے سے چلا تو ہمارے نزدیک مسافر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۱۱ ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۹ دسمبر ۲۰۰۸ م 484-F